اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ
تو پڑھ جو اُتری تیری طرف کتاب ف۱ اور قائم رکھ نماز بیشک
الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ
نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے ف۲ اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی ف۳
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ
اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ف۴ اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر
هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ
جو بہتر ہو مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں ف۵ اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ
اُترا ہم کو اور اُترا تم کو ف۶ اور بندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی کو ہے اور ہم اُسی کے
مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
حکم پر چلتے ہیں ف۷ اور ویسی ہی ہم نے اتاری تجھ پر کتاب ف۸ سو جن کو ہم نے کتاب
الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ
دی ہے وہ اُس کو مانتے ہیں اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں کہ اُس کو مانتے ہیں اور منکر وہی ہیں
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ
ہماری باتوں سے جو نافرمان ہیں ف۹ اور تو پڑھتا نہ تھا اس سے پہلے کوئی کتاب
وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ
اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے ف۱۰ بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں
بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا
صاف اُن لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ ف۱۱ اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا
جو بے انصاف ہیں ف۱۲ اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اس پر کچھ نشانیاں اُس کے رب سے تو کہہ

ف۱ یعنی قرآن کی تلاوت کرتے رہیئے تا دل مضبوط اور قوی رہے، تلاوت کا اجر و ثواب الگ حاصل ہو۔ اُسکے معارف و حقائق کا انکشاف بیش از بیش ترقی کرے۔ دوسرے لوگ بھی سُن کر اسکے مواعظ اور علوم و برکات سے منتفع ہوں، جو نہ مانیں اُن پر خدا کی حجت تمام ہو، اور دعوت و اصلاح کا فرض بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔

ف۲ نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہیئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اُس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ اُس وقت اُن کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اُس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اُس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اُس پر مواظبت کی جائے۔ اُس کے بعد مریض خود محسوس کریگا کہ نماز کس طرح اس کی پُرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دُور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا بُرائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلل، اور حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے، مسجد سے باہر آکر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اُس شہنشاہِ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا نماز کی ہر ایک ادا مُصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعوٰی کرنیوالے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بیحیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ کما قال تعالیٰ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" (نحل۔ رکوع ۱۳) پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر بُرائی سے نہیں رُکتے نماز کے روکنے پر بھی اُن کا نہ رُکنا محل تعجب نہیں ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اُسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اُٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اُس میں خدا کی یاد ہے نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قرأت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اُس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سُنے گا۔ اور اُسی قدر اُس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی و غافل سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہریگی جس کی نسبت حدیث میں فرمایا۔ "لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا"۔ اِسی نماز کی نسبت "لَمْ يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا" کی وعید آئی ہے۔

ف۳ یعنی نماز بُرائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے۔ کما قال تعالیٰ "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ" (طٰہٰ۔ رکوع ۱) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو عبادت کیا؟ ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اصلی فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے لیکن غور کیا جائے تو ماننا پڑیگا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی بدولت آئی ہے۔ بہرحال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ پس بندے کو چاہیئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو خصوصاً جس وقت کسی بُرائی کی طرف میلان ہو فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اُس سے باز آجائے قرآن و حدیث میں ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو یاد فرماتا ہے بعض سلف نے آیت کا یہی مطلب لیا ہے کہ نماز میں ادھر سے بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اس لئے نماز بڑی چیز ہوئی لیکن اس کے جواب میں جو اُدھر سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یاد فرماتا ہے یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کی انتہائی قدر کرنی چاہئے اور یہ شرف و کرامت محسوس کر کے اور زیادہ ذکر اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے۔ کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجئے، فرمایا "لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" (تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جتنی دیر نماز میں لگے اُتنے تو ہر گناہ سے بچے، امید ہے آگے بھی بچتا رہے۔ اور اللہ کی یاد کو اس سے زیادہ اثر ہے یعنی گناہ سے بچے اور اعلیٰ درجوں پر چڑھے"۔ (موضح) یہ "لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" کی ایک اور لطیف تفسیر ہوئی۔

ف۴ یعنی جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کا معاملہ بھی جُدا گانہ ہوگا۔

ف۵ یعنی مشرکوں کا دین جڑ سے غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا تو ان سے اُن کی طرح مت جھگڑو کہ جڑ سے اُن کی بات کاٹنے لگو۔ بلکہ نرمی، متانت، خیرخواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ البتہ جو اُن میں صریح بے انصافی، عناد اور ہٹ دھرمی پر تُل جائے اُس کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کر سکتے ہو اور آگے چل کر ایسوں کو سزا دینی ہے۔ (تنبیہ) پہلے قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اغلب ہے کہ منکرین اُسے سُن کر اُلجھنے لگیں، تو بتلا دیا کہ بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال رکھو۔ جوش مناظرہ میں صداقت و اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اُس کا اعتراف کرو۔ (باقی بر صفحہ ۵۳۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۳۵ - ف۶ یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اُس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسٰی و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف اُن کا غلط نہ تھا۔ (گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ رہیں) ف۷ یعنی اصلی معبود ہمارا تمہارا ایک ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم تنہا اسی کے حکم پر چلتے ہیں، تم نے اُس سے ہٹکر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ مثلاً حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کو یا احبار و رہبان کو۔ نیز ہم نے اُس کے تمام احکام کو مانا سب پیغمبروں کی تصدیق کی، سب کتابوں کو برحق سمجھا اُس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا۔ اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔ ف۸ یعنی اس کتاب میں آخر تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تردد ہے جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اُترتے رہے، پیغمبر آخر الزماں پر یہ کتاب لاجواب اُتری اس کے ماننے سے اتنا انکار کیوں ہے۔ ف۹ یعنی جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانینگے اور انصافاً ماننا چاہئے۔ چنانچہ اُن میں کے جو منصف ہیں، وہ اس کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ بعض عرب کے لوگ بھی جو کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے۔ اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز سخت حق پوش نافرمان کے کوئی اُن کی تسلیم سے انکار نہیں کر سکتا۔

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۵۰ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ
نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سُنا دینے والا ہوں کھول کر ف۱ کیا اُن کو یہ کافی نہیں

اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً
کہ ہم نے تجھ پر اُتاری کتاب کہ اُن پر پڑھی جاتی ہے بیشک اُس میں رحمت ہے

وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۵۱ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ
اور سمجھانا اُن لوگوں کو جو مانتے ہیں ف۲ تو کہہ کافی ہے اللہ میرے اور تمہارے بیچ گواہ

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا
جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ف۳ اور جو لوگ یقین لاتے ہیں جھوٹ پر اور منکر ہوئے ہیں

بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۵۲ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ
اللہ سے وہی ہیں نقصان پانے والے ف۴ اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے آفت ف۵ اور اگر نہ ہوتا ایک عہد

مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۵۳
مقررہ تو آپہنچتی اُن پر آفت اور البتہ آئے گی اُن پر اچانک اور اُن کو خبر نہ ہو گی ف۶

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۵۴ ۙ يَوْمَ
جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب ف۷ اور دوزخ گھیر رہی ہے منکروں کو ف۸ جس دن

يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ
گھیر لیگا اُن کو عذاب اُن کے اُوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے اور کہے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۵۵ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ
چکھو جیسا کچھ تم کرتے تھے ف۹ اے بندو میرے جو یقین لائے ہو میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۵۶ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ
کشادہ ہے سو مجھی کو بندگی کرو ف۱۰ جو جی ہے سو چکھے گا موت پھر

اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۵۷ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ
ہماری طرف پھر آؤ گے ف۱۱ اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام اُن کو ہم جگہ دینگے

ف۱۰ نزول قرآن سے پہلے چالیس سال آپ کی عمر کے اِن ہی مکہ والوں میں گذرے۔ سب جانتے ہیں کہ اس مدت میں نہ آپ کسی اُستاد کے پاس بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا، ایسا ہوتا تو اِن باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی جگہ رہتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہونگی، اُن ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ڈھال کر سُنا دیتے ہیں۔ گو اُس وقت بھی یہ کہنا غلط ہوتا، کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے، تاہم جھوٹوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جبکہ آپ کا اُمّی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی اور یوں ضدی لوگ کہنے کو تو اس پر بھی کہتے تھے "اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا" (فرقان۔ رکوع۱)

ف۱۱ یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں۔ بلکہ یہ وحی جو اُن پر آئی ہمیشہ کو بن لکھے سینہ بسینہ جاری رہیگی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کرینگے اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اُس پر افزود ہے (موضح باضافہ یسیرہ)

ف۱۲ یعنی ناانصافی کا کیا علاج۔ ایک شخص یہ ہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا۔ وہ روشن سے روشن چیز کا بھی انکار کر دیگا۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو وہ ہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کر تا رہوں باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے، یہ اس کے اختیار میں ہے۔

ف۲ یعنی کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب اُن کو رات دن پڑھ کر سُنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان کونسا ہو گا۔ دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

ف۳ یعنی خدا کی زمین پر اُس کے آسمان کے نیچے میں علانیہ دعوئے رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سُنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھ قبول کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی فعلی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خارق عادت نشان ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن و انس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں۔ ف۴ آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی البطلان ہو فوراً قبول کر لے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہو انکار کرتا رہے۔ ف۵ یعنی اگر باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی۔ ف۶ یعنی ہر چیز اپنے وقت معین پر آتی ہے، گھبراؤ نہیں، وہ آفت بھی آکر رہیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس اُمت کا عذاب یہ ہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا اور پکڑے جانا سو فتح مکہ میں مکہ کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرتؐ کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا۔ ف۷ یہاں عذاب سے شاید آخرت کا عذاب مراد ہو۔ جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ ف۸ یعنی آخرت کا عذاب تو فضول مانگتے ہیں، اُس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر اور بُرے کام دوزخ نہیں تو اور کیا ہے جس نے ہر طرف سے اُنہیں گھیر رکھا ہے۔ موت کے بعد حقیقت کھل جائیگی کہ دوزخ کس طرح جلاتی ہے جب یہ ہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔ ف۹ یہ اللہ تعالیٰ کہیگا، یا وہ عذاب ہی بولیگا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال حدیث میں آیا ہے کہ سانپ ہو کر گلے میں پڑیگا، کلّے چیریگا اور کہیگا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ ف۱۰ یعنی یہ مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو خدا کی زمین تنگ نہیں دوسری جگہ جا کر خدا کی عبادت کرو۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا۔ چنانچہ اسّی تراسّی گھر حبشہ چلے گئے۔ اُس کو فرمایا کہ کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے۔ اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تاوطن چھوڑنا اور حضرت سے

(باقی صفحہ ۵۳۷)

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ
بہشت میں جھروکے نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں سدا رہیں اُن میں خوب
اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۵۸ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۵۹ وَكَاَيِّنْ
ثواب ملا کام والوں کو جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا ف۱ اور کتنے
مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ
جانور ہیں جو اُٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے اُن کو اور تم کو بھی اور وہی ہے سننے والا
الْعَلِيْمُ ۶۰ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ
جاننے والا ف۲ اور اگر تو لوگوں سے پوچھے کہ کس نے بنایا ہے آسمان اور زمین کو اور
سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۶۱ اَللّٰهُ يَبْسُطُ
کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں اللہ نے پھر کہاں سے اُلٹ جاتے ہیں ف۳ اللہ پھیلاتا ہے
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
روزی جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے جسکو چاہے ف۴ بیشک اللہ ہر چیز سے
عَلِيْمٌ ۶۲ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ
خبردار ہے ف۵ اور جو تو پوچھے اُن سے کس نے اُتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کر دیا اُس سے
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
زمین کو اُس کے مرجانے کے بعد تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر بہت لوگ
لَا يَعْقِلُوْنَ ۶۳ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ
نہیں سمجھتے ف۶ اور یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر
الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۶۴ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي
جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا اگر اُن کو سمجھ ہوتی ف۷ پھر جب سوار ہوئے
الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو خالص اُسی پر رکھ کر اعتقاد پھر جب بچالایا اُن کو زمین کی طرف

بقیہ فوائد صفحہ ۵۳۶ - جُدا ہونا دل پر بھاری نہ گذرے گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹینگے فرض کرو اس وقت مکّہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے اُن چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں۔

فوائد صفحہ ہٰذا۔ **ف۱** یعنی جو صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر جمے رہے اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اُن کو اس وطن کے بدلے وہ وطن ملیگا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیے جائینگے۔

ف۲ یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی" (موضح) پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائیگا۔ خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اُس کے سامنے ہے کسی کی محنت وہاں رائیگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں انہیں ضائع نہیں کریگا۔ سامانِ معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اپنی کمر پر لادے نہیں پھرتے، پھر بھی رازق حقیقی اُن کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔

ف۳ یعنی رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اُسی نے پیدا کئے سب جانتے ہیں، پھر اُس پر بھروسہ نہیں کرتے کہ وہ ہی پہنچا بھی دیگا۔ مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو۔ یہ اگلی آیت میں سمجھا دیا ہے (موضح)

ف۴ ناپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بالکل نہ دے۔

ف۵ یعنی یہ خبر اُسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہیئے۔

ف۶ یعنی مینہ بھی ہر کسی پر برابر نہیں برستا۔ اور اسی طرح حال بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ذرا دیر میں مفلس سے دولتمند کر دے۔

ف۷ یعنی آدمی کو چاہیئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہ ہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفرِ آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

ف۱ یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بڑی عقیدتمندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا، اللہ کے احسانوں سے مکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض یہ ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اُڑاتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں، عنقریب پتہ لگ جائیگا کہ اس بغاوت و شرارت، احسان فراموشی اور ناسپاسی کا نتیجہ کیا ہے۔ ف۲ مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے۔ حالانکہ سارے ملک عرب میں فساد اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں اللہ کا یہ سچا احسان نہیں مانتے۔ ف۳ یعنی سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اُس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اُس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اُسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بیباکی اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ ف۴ یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اُٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنکو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اُسی قدر اُن کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو اُن کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ف۵ یعنی اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(تمّ سورۃ العنکبوت فللّٰہ الحمد والمنۃ)

اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ

اُسی وقت لگے شریک بنانے تاکہ مکرتے رہیں ہمارے دیئے ہوئے سے اور مزے اُڑاتے رہیں سو عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

جان لینگے ف۱ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی اور لوگ اُچکے جاتے ہیں

مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ

اُن کے آس پاس سے کیا جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا احسان نہیں مانتے ف۲ اور اُس سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ

زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلائے سچی بات کو جب اُس تک پہنچے

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

کیا دوزخ میں بسنے کی جگہ نہیں منکروں کے لئے ف۳ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

ہم سجھا دینگے اُن کو اپنی راہیں ف۴ اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے ف۵

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

مغلوب ہو گئے ہیں رُومی ملتے ہوئے ملک میں ف۶ اور وہ اس مغلوب

غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ

ہونے کے بعد عنقریب غالب ہونگے چند برسوں میں ف۷ اللہ کے ہاتھ ہیں سب کام پہلے

وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ

اور پچھلے ف۸ اور اُس دن خوش ہونگے مسلمان اللہ کی مدد سے ف۹ مدد کرتا ہے

ف۶ "اَدنی الارض" (ملتے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) سے مراد "اذرعات" و "بُصریٰ" کے درمیان کا خطہ ہے جو "شام" کی سرحد پر "حجاز" سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہوا ہے، یا "فلسطین"، مراد ہو جو روم کے ملک سے نزدیک تھا، یا "جزیرہ ابن عمر"، جو فارس سے اقرب ہے ابن حجر نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۷ یعنی نو سال کے اندر اندر رومی غالب ہو جائینگے۔ کیونکہ لغت میں اور حدیث میں "بضع" کا اطلاق تین سے نو تک ہوا ہے۔ اِن آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشینگوئی کی جو اُس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں "فارس" (جسے ایران کہتے ہیں) اور "روم" مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک اُن کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا گیا جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم صلعم کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم صلعم کے دعوئے نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لئے اِن جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اُس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں، اِدھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے۔ آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے) خسرو پرویز (کیخسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دار السلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا، بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اُڑے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے اُبھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اُس وقت قرآن نے سلسلۂ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہونگے اسی پیشینگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اُس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دونگا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شروع میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے سے "بضع سنین" کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعدہٗ نبی کریم صلعم کے ارشاد سے "بضع" کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ اُدھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو "حمص" سے پیدل چل کر "ایلیا" (بیت المقدس) تک پہنچونگا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گذرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ اور اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خذلان و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اِس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت

بقیہ فوائد صفحہ ۵۳۸۔ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سَو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کئے جن کے متعلق حضورؐ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیے جائیں۔ فَلِلّٰہِ الحمد علی نعمائہ الظاہرۃ والائہ الباہرۃ۔

ف۸ یعنی پہلے فارس کو غالب کرنا، روم کو مغلوب کرنا، اور پیچھے حالات کو اُلٹ دینا، سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ صرف اتنی بات سے کسی قوم کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ "وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ"۔

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ

جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا ف۱ اللہ کا وعدہ ہو چکا خلاف نہ کریگا اللہ

وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

اپنا وعدہ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ف۲ جانتے ہیں اُوپر اُوپر

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت کی خبر نہیں رکھتے ف۳

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کیا دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادھ کر اور وعدہ مقرر پر ف۴ اور بہت لوگ

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اپنے رب کا ملنا نہیں مانتے ف۵ کیا اُنہوں نے سَیر نہیں کی ملک کی جو دیکھیں

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام کیسا ہوا اُن سے پہلوں کا اُن سے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

زور میں اور جوتا انہوں نے زمین کو اور بسایا اُس کو اُن کے بسانے سے زیادہ اور

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

پہنچے اُن کے پاس رسول اُن کے لیکر کھلے حکم ف۶ سو اللہ نہ تھا اُن پر ظلم کرنے والا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ؕ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا

وہ اپنا آپ بُرا کرتے تھے ف۷ پھر ہوا انجام بُرا کرنے والوں کا

السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع

بُرا اِس واسطے کہ جھٹلاتے تھے اللہ کی باتیں اور اُن پر ٹھٹھے کرتے تھے ف۸

ف۹ یعنی ایک تو اُس دن اپنی فتح کی خوشی اُس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ رومی اہل کتاب (جو نسبتہً مسلمانوں سے اقرب تھے) فارس کے مجوسیوں پر غالب آئے۔ قرآن کی پیشینگوئی کے صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کرلیا۔ کفار مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی جسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کرکے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اُسے بے روک ٹوک غالب کرکے رہے۔

ف۲ یعنی اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور یہ کہ قدرت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دُور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے اکثر ظاہر بیں بغیر اسباب ظاہری خدا پر بھروسہ نہیں رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔

ف۳ یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، بونا جوتنا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہی اُن کے علم و تحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے بُرے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دُور ہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کرلیتی ہے لیکن اُس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

ف۴ یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا، کچھ اس سے مقصود ضرور ہے وہ آخرۃ میں نظر آئیگا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات و احوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدۂ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائیگا۔

ف۵ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب کتاب دینا پڑے۔

ف۶ یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد و ثمود) جنہوں نے زمین کو بو جوت کر لالہ و گلزار بنایا، اُسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں، ان منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی، لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں سُنا کہ انجام کیا ہوا۔ کس طرح تباہ و برباد کئے گئے۔ اُن کے ویران کھنڈر آج بھی مُلک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا اُن میں اِن بےفکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں

ف۷ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عدل و رحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدون پوری طرح ہشیار کئے کسی کو پکڑتا بھی نہیں۔

ف۸ وہ نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب و استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہیے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی فنا بھی ایک کی فنا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ

اللہ بناتا ہے پہلی بار پھر اُس کو دہرائیگا پھر اُسی کی طرف پھر جاؤگے اور جس دن

تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ

برپا ہوگی قیامت آس توڑ کر رہ جائینگے گنہگار اور نہ ہونگے اُن کے شریکوں میں کوئی اُن کے

شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

سفارش کرنے والے اور وہ ہوجائینگے اپنے شریکوں سے منکر ف۱ اور جس دن قائم ہوگی قیامت

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اُس دن لوگ ہونگے قسم قسم ف۲ سو جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام

فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

سو باغ میں ہونگے اُن کی آؤ بھگت ہوگی ف۳ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ہماری باتیں اور ملنا پچھلے گھر کا سو وہ عذاب میں پکڑے آئیں گے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي

سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو اور اُسی کی خوبی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو ف۴ نکالتا ہے زندہ کو

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اُسکے مرنے پیچھے

وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اسی طرح تم نکالے جاؤگے ف۵ اور اُس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے

ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ

پھر اب تم انسان ہو زمین میں پھیلے پڑے ف۶ اور اُس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ بنادیے تمہارے واسطے

ف۱ یعنی جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے جب وقت پر کام نہ آئینگے تو منکر ہوکر کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

ف۲ یعنی نیک وبد ہر قسم کے لوگ الگ کردیے جائینگے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیے جائینگے۔ جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے۔

ف۳ یعنی انعام واکرام سے نوازے جائینگے اور ہر قسم کی لذت وسرور سے بہرہ اندوز ہونگے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے مطلب یہ، کہ دونوں میں ایسی تفریق اور جُدائی کردیجائے گی جس سے بڑھ کر کوئی جدائی نہیں ہوسکتی۔

ف۴ یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء وجوارح سب سے ہوتی ہے۔ نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کردیگئی۔ اور اوقات فرض نماز کے یہ ہی ہیں جو آیت میں بیان ہوئے۔ یعنی صبح، شام (جس میں مغرب وعشاء شامل ہیں) دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دوپہر ڈھلنے کے بعد (ظہر) کی نمازیں ہیں۔ اِن اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت وعظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کرہ ہے جس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض وتاثیر سے عالم اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو (جیسا کہ ارض الجنوم کے مصنف نے بہت شرح وبسط سے اس کو ثابت کیا ہے) اسی بنا پر ستارہ پرستوں نے اُسے اپنا معبود اکبر قرار دیا تھا جسکی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" میں اشارہ ہے۔ اُس کے عجز و بیچارگی اور آفتاب پرستوں کی اُس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی اِن ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع نہیں ہوا اور دوپہر ڈھلنے پر جبکہ اُس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی اور عصر کے وقت جبکہ اُس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آگیا اور غروب کے بعد جب اُس کی نورانی شعاعوں کے اتصال سے اُس کے پجاری محروم ہوگئے۔ پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہوگئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی اُفق پر باقی نہ رہے۔ اِن اوقات میں موحدین کو حکم ہوا کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔ اور شروع صلوٰۃ ہی میں "اللہ اکبر" کہہ کر اُس موحد اعظم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتدار کرتے رہیں جس نے "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" کے بعد فرمایا تھا "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (انعام۔ رکوع ۹) شاید آیت ہذا میں "وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرماکر یہ ہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح وتنزیہ اور یاد کرنے کے لائق وہ ہی ذات ہوسکتی ہے جس کی خوبی آسمان وزمین کی کل کائنات زبانِ حال وقال سے بیان کررہی ہے کوئی مجبور وعاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اُسی خدائے اکبر کی بعض شئون عظیمہ اور صفاتِ کاملہ کا بیان ہے تا معبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہوجائے اسی ضمن میں بعث بعد الموت کے مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ف۵ یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے اور بیضہ کو جانور سے، مؤمن کو کافر سے، کافر کو مؤمن سے پیدا کرتا ہے اور زمین جب خشک ہوکر مرجاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کرکے سبز وشاداب کردیتا ہے۔ غرض موت وحیات حقیقی ہو یا مجازی، حسی ہو یا معنوی، سب کی باگ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کرکے قبروں سے نکال کھڑا کرنا اُس کے نزدیک کیا مشکل ہوگا

ف۶ یعنی آدم کو مٹی سے بنایا، پھر دیکھو قدرت نے اُسے کتنا پھیلایا کہ ساری زمین پر اُس کی ذریت چھاگئی اور زمین میں پھیل کر کیسی کیسی عجیب وغریب ہشیاریاں اس مٹی کے پتلے نے دکھلائیں۔

ف۱ یعنی اوّل مٹی سے ایک آدم کو پیدا کیا پھر اُسی کے اندر سے اُس کا جوڑا نکالا تا اُس سے اُنس اور چین پکڑے اور پیدائشی طور پر دونوں صنفوں (مرد و عورت) کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا۔ تا مقصود ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ کما قال تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً" (نساء۔ رکوع ۱)

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً
تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین سے رہو اُنکے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
البتہ اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں انکے لئے جو دھیان کرتے ہیں ف۱ اور اُس کی نشانیوں سے ہے آسمان اور
وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
زمین کا بنانا اور طرح طرح کی بولیاں تمہاری اور رنگ اس میں بہت نشانیاں ہیں
لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ
سمجھنے والوں کو ف۲ اور اُس کی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا رات اور دن میں اور تلاش کرنا اُس
فَضْلِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ
کے فضل سے ف۳ اس میں بہت پتے ہیں ان کو جو سُنتے ہیں ف۴ اور اُسکی نشانیوں سے ہے یہ کہ دکھلاتا ہے
الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ
تم کو بجلی ڈر اور اُمید کے لئے ف۵ اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو
بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ
مر گئے پیچھے اس میں بہت پتے ہیں اُن کے لئے جو سوچتے ہیں ف۶ اور اُسکی نشانیوں سے یہ ہے
تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ
کہ کھڑا ہے آسمان اور زمین اُس کے حکم سے ف۷ پھر جب پکاریگا تم کو ایک بار زمین میں سے
اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ
اُسی وقت تم نکل پڑو گے ف۸ اور اُسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں سب اُس کے
قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ
حکم کے تابع ہیں ف۹ اور وہ ہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے پھر اُس کو دہرائیگا اور وہ آسان ہے اُس پر ف۱۰
وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾
اور اُسکی شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ف۱۱

ف۲ سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے، بلا کر بسلائے، پھر تمام روئے زمین پر اُن کو پھیلا دیا۔ سب کی جُدا جُدا بولیاں کر دیں۔ ایک مُلک کا آدمی دوسرے مُلک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بیشمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب ولہجہ، تلفظ، طرزِ تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل وصورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جن کی آواز اور رنگ، روپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں۔ اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا۔ حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالٰی کی قدرت عظیمہ کا ہے۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں، سویا تو بے خبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہشیار کوئی نہیں۔ اصل تو رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو، پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔

ف۴ یعنی جو سُن کر محفوظ رکھتے ہیں۔ کما فی تفسیر ابن کثیرؒ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اپنے سونے کا احوال نظر نہیں آتا۔ سو لوگوں کی زبانی سُنتے ہیں"۔ (موضح) یہ لفظ "یسمعون" اختیار کرنے کا نکتہ ہوا۔

ف۵ بجلی کی چمک دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں کہیں کسی پر گر نہ پڑے۔ یا بارش زیادہ نہ ہو جائے جس سے جان ومال تلف ہوں۔ اور اُمید بھی رکھتے ہیں کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے۔ مسافر کبھی اندھیرے میں اِسکی چمک کو غنیمت سمجھتا ہے کہ کچھ دُور تک راستہ نظر آجائے۔ اور کبھی خوف کھا کر گھبراتا ہے۔

ف۶ یعنی اسی سے سمجھ لو کہ مرے پیچھے تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

ف۷ پہلے آسمان وزمین کا پیدا کرنا مذکور ہوا تھا یہاں اُن کے بقاء و قیام کو بتلایا کہ وہ بھی اُسی کے حکم سے ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی اپنے مرکزِ ثقل سے ہٹ جائے۔ یا ایک دوسرے پر گر کر نظامِ کائنات کو درہم برہم کر دے۔

ف۸ یعنی زمین وآسمان جب تک اُس کا حکم ہے قائم رہیں گے۔ پھر جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو جائیگی اللہ تعالٰی کی ایک پکار پر تم سب قبروں سے نکلے چلے آؤ گے میدان حشر کی طرف۔

ف۹ یعنی آسمان وزمین کے رہنے والے سب اُسی کے مملوک بندے اور اُسی کی رعیت ہیں، کس کی طاقت ہے کہ اُسکے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔

ف۱۰ یعنی قدرت الٰہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اوّل بار پیدا کرنے سے دوسری بار دہرا دینا آسان ہونا چاہئے پھر یہ عجیب بات ہے کہ اوّل پیدائش پر اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مستبعد سمجھو۔

ف۱۱ یعنی اعلٰے سے اعلٰے صفات اور اونچی سے اونچی شان اُس کی ہے۔ آسمان وزمین کی کوئی چیز اپنے حسن وخوبی میں اُسکی شان وصفت سے لگاؤ نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا، وہ تو اُس سے بھی بالا و برتر ہے جہاں تک مخلوق اُس کے جلال وجمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اُسی کے کمالات کا ادنٰی پرتو ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ پئیں نہ حاجت بشری رکھیں، سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔ پر اللہ کی صفت نہ اُن سے ملے نہ ان سے، وہ پاک ذات ہے"۔ (موضح) ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم و زہرچہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم منزل تمام گشت وبپایاں رسید عمر ماہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم۔ ولِلّٰہ دَرّ من قال۔
اے بروں از وہم وقال وقیل من خاک بر فرق من وتمثیل من۔

ف۱ یعنی شرک کا قبح و بُطلان سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ تمہارے ہاتھ کا مال (یعنی لونڈی غلام) جن کے تم محض ظاہری اور مجازی مالک ہو کیا اپنی روزی اور مال و متاع میں جو حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے، تم اُن کو برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو جس طرح مشترک اموال و جائداد میں اپنے بھائی بند حصہ دار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھٹکا رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے پر برہم ہو جائیں یا تقسیم کرانے لگیں یا کم از کم سوال کر بیٹھیں کہ ہماری اجازت اور مرضی کے بدون فلاں کام کیوں کیا۔ کیا ایسا ہی کھٹکا ایک آقا کو اپنے غلام یا نوکر کی طرف ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو سمجھنا چاہئے کہ جب ایک جھوٹے مالک کا یہ حال ہے اُس سچے مالک کو اپنے غلام کی کیا پروا ہو سکتی ہے جس کو تم حماقت سے اُس کا ساجھی گنتے ہو۔ ایک غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے۔ حالانکہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اُسی کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں مگر ایک مخلوق بلکہ مخلوق در مخلوق، خالق کی خدائی میں شریک ہو جائے؟ ایسی مہمل بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔

ف۲ یعنی یہ بے انصاف لوگ ایسی صاف و واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام و خواہشات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

بتلائی تم کو ایک مثل تمہارے اندر سے دیکھو جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں

مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ

اُن میں ہیں کوئی ساجھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں کہ تم سب اُس میں برابر ہو خطرہ رکھو اُن کا جیسے خطرہ رکھو

اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ

اپنوں کا یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں ف۱ بلکہ چلتے ہیں یہ

ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ

بے انصاف اپنی خواہشوں پر بن سمجھے ف۲ سو کون سمجھائے جس کو اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

اُن کا مددگار ف۳ سو تو سیدھا رکھ اپنا مُنہ دین پر ایک طرف کا ہو کر ف۴ وہی تراش اللہ کی جس پر

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ

تراشا لوگوں کو ف۵ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو ف۶ یہی ہے دین سیدھا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ۙ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا

ولیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ف۷ سب رجوع ہو کر اُس کی طرف ف۸ اور اُس سے ڈرتے رہو اور قائم

الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۙ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ

رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں جنہوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دین میں

وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ

اور ہو گئے اُن میں بہت فرقے ہر فرقہ جو اُس کے پاس ہے اُس پر فریفتہ ہے ف۹ اور جب پہنچے لوگوں کو

ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا

کچھ سختی تو پکاریں اپنے رب کو اُس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی اُن کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی اُسی وقت

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۥ وقفة

ایک جماعت اُن میں اپنے رب کا شریک لگی بنانے کہ مُنکر ہو جائیں ہمارے دیے ہوئے سے سو مزے اُڑا لو

ف۳ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کی بے انصافی جہل اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے اور سمجھنے کی توفیق نہ دی۔ اب کون طاقت ہے جو اُسے سمجھا کر راہِ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچالے لہٰذا ایسوں کی طرف سے زیادہ متحسّر اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اِن سے قطع نظر کر کے آپ ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف توجہ کیجئے۔ اور دینِ فطرت پر جمے رہیئے۔

ف۴ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اُسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو۔ اور اس کے سچے دین کو پوری توجہ اور یک جہتی سے تھامے رکھو۔

ف۵ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے، کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے اور بدا فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اُس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہدِ الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ "فطرۃ" (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، بعدہٗ ماں باپ اُسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغوا کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہر حال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اُس کی فطرت پر مخلّی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اُسی کی طرف جھکے تمام انسانوں کی فطرۃ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو اُن کو قبول حق کا مکلّف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر، یا جانوروں کو شرائع کا مکلّف نہیں بنایا۔ فطرتِ انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو اُن پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ سب کا مالک حاکم، سب سے نرالا، کوئی اُس کی برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اُس پر چلنا چاہیئے۔ ایسے ہی کسی کے جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی بُرا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اِس (راستہ) پر چلنا وہ ہی دین سچا ہے (یہ اُمور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سِکھلا دیا"۔

ف۶ یعنی اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیّر و تبدل نہیں۔ ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مُستعد بنائی ہے یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اُس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو۔ بیج تم میں ڈال دیا ہے اُسے بے توجہی یا بے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو۔

ف۷ یعنی سیدھا دین یہی فطرت کی آواز ہے۔ پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں۔

ف۸ یعنی اصل دین پکڑے رہو، اس کی طرف رجوع ہو کر۔ اگر محض دنیوی مصلحت کے واسطے یہ کام کئے تو دین درست نہ ہوگا۔ آگے دین فطرت کے چند اہم اصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً اِتقاء (خدا سے ڈرتے رہنا) نماز قائم رکھنا، شرک جلی و خفی سے بیزار اور مشرکین سے علیحدہ رہنا اپنے دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

ف۹ یعنی دینِ فطرت کے اصُول سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں نے اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی، بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ، مذہب و مشرب جُدا، جس کسی نے غلط کاری یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کر دیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا، ایک جماعت اُسی کے پیچھے ہو گئی، تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و عقائد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل کیوں نہ ہوں ایسا فریفتہ اور مفتوں ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اُس کے تصوّر میں نہیں آتا۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا
اب آگے جان لوگے ف۱ کیا ہم نے اُن پر اُتاری ہے کوئی سند سو وہ بول رہی ہے جو یہ
بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
شریک بتاتے ہیں ف۲ اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو کچھ مہربانی اُس پر پھولے نہیں سماتے، اور اگر آپڑے اُن پر
سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
کچھ بُرائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں ف۳ کیا نہیں دیکھ چکے
اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی کو جس پر چاہے اور ماپ کر دیتا ہے جس کو چاہے اس میں نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ
اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں ف۴ سو تو دے قرابت والے کو اُس کا حق اور محتاج کو اور
السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ
مسافر کو یہ بہتر ہے اُن کے لئے جو چاہتے ہیں اللہ کا منہ اور وہی ہیں
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ
جن کا بھلا ہے ف۵ اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں
فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ
سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے چاہ کر رضامندی اللہ کی
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ
سو یہ وہی ہیں جن کے دونے ہوئے ف۶ اللہ وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر تم کو روزی دی
ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ
پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو جلائیگا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو کر سکے
مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ
اِن کاموں میں سے ایک کام وہ نرالا ہے اور بہت اُوپر ہے اُس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ف۷ پھیل

ف۱ یعنی جیسے بُھلے کام ہر انسان کی فطرت پہچانتی ہے، اللہ کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے۔ چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اُس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش مصیبت میں گھِر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اُس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ وہ ہی سچا مالک یاد رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی۔ مگر افسوس کہ انسان اس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دُور ہوئی، پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے بھجن گانے لگا۔ گویا اُس کے پاس سب کچھ اُن ہی کا دیا ہوا ہے! خدا نے کچھ نہیں دیا! (العیاذ باللہ) اچھا چند روز مزے اُڑا لے، آگے چل کر معلوم ہو جائیگا کہ اس کفر اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اگر آدمیت ہوتی تو سمجھتا کہ اُس کا ضمیر جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پُکار رہا تھا وہ ہی اس لائق ہے کہ ہمہ وقت یاد رکھا جائے۔

ف۲ یعنی عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رَد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف وہ کوئی حجت اور سند رکھتے ہیں، جو بتلاتی ہو کہ خدا کی خدائی میں دوسرے بھی اسکے شریک ہیں (معاذ اللہ) اگر نہیں تو اُنہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ہوا۔

ف۳ یعنی اُن لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہ سمائیں ایسے اترانے لگیں اور آپے سے باہر ہو جائیں کہ مُحسنِ حقیقی کو کبھی یاد نہ رکھیں۔ اور کسی وقت شامتِ اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور نااُمید ہو کر بیٹھ رہیں۔ گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت کے دُور کرنے پر قادر ہو۔ مؤمن کا حال اُس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے اُس کے فضل و رحمت پر خوش ہو کر زبان و دل سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور اُمید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اُس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ (تنبیہ) ایک آیت پہلے فرمایا تھا کہ "لوگ سختی کے وقت خالص خُدا کو پکارنے لگتے ہیں"۔ یہاں فرمایا کہ "بُرائی پہنچتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں"۔ دونوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ پہلی حالت یعنی خدا کو پُکارنا، ابتدائی منزل ہے۔ پھر جب مصیبت اور سختی میں امتداد ہوتا ہے تو آخر گھبرا کر نااُمید ہو جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا وہ حال ہو بعض کا یہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۴ یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھنا گھٹنا سب اُسی ربّ قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بالقضا رہنا چاہیئے نعمت کے وقت شکر گزار رہے، اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور اُمید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دُور فرما دیگا۔

ف۵ یعنی جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی مالک و ربّ وہ ہی اللہ ہے۔ دنیا کی نعمتیں سب اُسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ تو جو لوگ اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اُس کی لقاء و دیدار کے آرزومند ہیں چاہیئے کہ اُسکے دیے ہوئے میں سے خرچ کریں۔ مسافر، محتاج اور غریب رشتہ داروں کی خبر لیں، اہل قرابت کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرتے رہیں۔ ایسے ہی بندوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

ف۶ یعنی سُود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھُول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مُسہل و تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اُس کا صحت ہو۔ سُود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ "یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ" (البقرہ۔ رکوع ۳۸) حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو مؤمن صدقہ کرے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کی برابر نظر آئیگی۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "ربا" سے یہاں سُود بیاج مراد نہیں لیا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ دوسرا اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کریگا تو یہ دینا اللہ کے ہاں موجب برکت و ثواب نہیں۔ گو مُباح ہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مُباح بھی نہیں لقولہ تعالیٰ "وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" (مدثر۔ رکوع ۱) واللہ اعلم۔

ف۷ یعنی مارنا جلانا، روزی دینا، سب کام تو تنہا اُس کے قبضہ میں ہوئے۔ پھر دوسرے شریک کدھر سے آکر اُلوہیت کے مستحق بن گئے۔

الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ
پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہئے اُن کو

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي
کچھ مزہ اُن کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں ف۱ تو کہہ پھرو

الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ
ملک میں تو دیکھو کیسا ہوا انجام پہلوں کا بہت

أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ
اُن میں تھے شرک کرنیوالے ف۲ سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ سیدھی راہ پر ف۳ اس سے پہلے

أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾
کہ آ پہنچے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کی طرف سے ف۴ اُس دن لوگ جُدا جُدا ہوں گے ف۵

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ
جو منکر ہوا سو اُس پر پڑے اُس کا منکر ہونا اور جو کوئی کرے بھلے کام سو وہ اپنی راہ

يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ
سنوارتے ہیں ف۷ تاکہ وہ بدلہ دے اُن کو جو یقین لائے اور کام کئے بھلے اپنے فضل سے ف۸

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ
بیشک اُس کو نہیں بھاتے انکار والے ف۹ اور اُس کی نشانیوں میں ایک یہ کہ چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانیوالیاں

وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا
اور تاکہ چکھائے تم کو کچھ مزہ اپنی مہربانی کا ف۱۰ اور تاکہ چلیں جہاز اُس کے حکم سے ف۱۱ اور تاکہ تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اُس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ف۱۲ اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے

رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ
کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس، سو پہنچے اُن کے پاس نشانیاں لیکر پھر بدلہ لیا ہم نے اُن سے جو

ف۱ یعنی لوگ دینِ فطرت پر قائم نہ رہے کفر و ظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اُس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی نہ خشکی میں امن و سکون رہا نہ تری میں، اُڑوئے زمین کو فتنہ و فساد نے گھیرلیا بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لُوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہوگیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملیگی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں، ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہِ راست پر آجائیں۔ (تنبیہ) بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا۔ لیکن جس خوفناک عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی سے پہلے یہ تاریک گھٹا شرق و غرب اور بر و بحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اُس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اُس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مؤرخ بھی اِس مشہور و معروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے (دیکھو دائرۃ المعارف فرید وجدی مادہ حمد) شاید اسی عموم فتنہ و فساد کو پیش نظر رکھ کر قتادہ رحمہ اللہ نے آیت کا محمل زمانہ جاہلیت کو قرار دیا ہے۔

ف۲ یعنی اکثروں کی شامت شرک وجہ سے آئی بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہوگی۔

ف۳ یعنی دنیا میں فساد پھیل گیا تو تم دینِ قیم پر جو دینِ فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ سب خرابیوں کا ایک ہی علاج ہے۔

ف۴ یعنی اللہ کی طرف سے اُس دن کا آنا اٹل ہے نہ کوئی طاقت اُسے پھیر سکتی ہے نہ خود خدا ملتوی کریگا۔

ف۵ یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیے جائینگے۔ "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ" (شوریٰ۔ رکوع ۱) حضرت شاہ صاحبؒ اس کو دنیا کے احوال پر حمل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یعنی دین کا غلبہ ہو سزا پانیوالے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ"۔

ف۶ یعنی انکار کا وبال اسی پر پڑیگا۔

ف۷ یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

ف۸ یعنی کتنا ہی بڑا نیک ہو اُسے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملیگی۔

ف۹ جو اُس سچے مالک کو نہ بھائے اُس کا کہاں ٹھکانا۔

ف۱۰ یعنی بارانِ رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر خدا کی مہربانی سے مینہ برستا ہے۔

ف۱۱ یعنی بادبانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور دُخانی اسٹیمروں کی رفتار میں بھی باد موافق مدد دیتی ہے۔

ف۱۲ یعنی جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو۔ اور اللہ کے فضل سے خوب نفع کماؤ۔ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔ (تنبیہ) پہلے خشکی تری میں فساد پھیلنے کا ذکر تھا اس کے مقابل یہاں بشارت و نعمت الٰہی کا تذکرہ ہوا۔ شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ آندھی اور غبار پھیل جانے کے بعد اُمید رکھو کہ بارانِ رحمت آیا چاہتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی ہیں جو رحمت و فضل کی خوشخبری سُنا رہی ہیں کافروں کو چاہیئے کہ شرارت اور کفرانِ نعمت سے باز آجائیں اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گذار بندے بنیں۔

اَجۡرَمُوۡا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (۴۷) اَللّٰهُ الَّذِىۡ
گنہگار تھے اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی ف۱ اللہ ہے جو

يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيۡرُ سَحَابًا فَيَبۡسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيۡفَ يَشَآءُ
چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ اُٹھاتی ہیں بادل کو پھر پھیلا دیتا ہے اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے ف۲

وَيَجۡعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ
اور رکھتا ہے اُس کو تہ بتہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اُس کے بیچ میں سے پھر جب اُسکو پہنچاتا ہے

مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ‌ۚ (۴۸) وَاِنۡ كَانُوۡا
جس کو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں تبھی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے ف۳ اور پہلے سے

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمُبۡلِسِيۡنَ (۴۹) فَانۡظُرۡ اِلٰٓى
ہو رہے تھے اُس کے اُترنے سے پہلے ہی نا اُمید ف۴ سو دیکھ لے

اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ كَيۡفَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ
اللہ کی مہربانی کی نشانیاں کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو اُس کے مر گئے پیچھے ف۵ بیشک وہی ہے

لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى‌ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (۵۰) وَلَئِنۡ اَرۡسَلۡنَا رِيۡحًا
مُردوں کو زندہ کرنے والا اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۶ اور اگر ہم بھیجیں ایک ہوا

فَرَاَوۡهُ مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ يَكۡفُرُوۡنَ (۵۱) فَاِنَّكَ
پھر دیکھیں وہ کھیتی کو کہ زرد پڑ گئی تو لگیں اُس کے پیچھے ناشکری کرنے ف۷ سو تو

لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ (۵۲)
سُنا نہیں سکتا مُردوں کو اور نہیں سُنا سکتا بہروں کو پُکارنا جبکہ پھریں پیٹھ دے کر

وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ‌ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ
اور نہ تو راہ سُجھائے اندھوں کو اُنکے بھٹکنے سے تو تو سُنائے اُسی کو جو یقین لائے

بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (۵۳) ع اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ
ہماری باتوں پر، سو وہ مسلمان ہوتے ہیں ف۸ اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر

ف۱ پہلے فرمایا تھا کہ مقبول اور مردود جدا کر دیئے جائینگے منکروں پر اُنکے انکار کا وبال پڑیگا - وہ اللہ کو اچھے نہیں لگتے - اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہیگا - کیونکہ اللہ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین و مکذبین سے انتقام لے اور مومنین کاملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے بیچ میں ہوا کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے بارانِ رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح دین کے غلبہ کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔

ف۲ یعنی پہلے کسی طرف، پیچھے کسی طرف، اسی طرح دین بھی پھیلائیگا - چنانچہ پھیلا دیا۔

ف۳ اسی طرح جو ایمانی اور روحانی بارش سے منتفع ہونگے وہ خوشیاں منائینگے۔

ف۴ یعنی پہلے سے لوگ نا امید ہو رہے تھے - حتیٰ کہ بارش آنے سے ذرا پہلے تک بھی اُمید نہ تھی کہ مینہ برس کر ایسی جگہ پر لو ہو جائیگی - انسان کا حال بھی عجیب ہے - ذرا دیر میں نا اُمید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔

ف۵ یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک، بے رونق اور مُردہ پڑی تھی ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی - بارش نے اُس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد اُبھار دیا - یہی حال روحانی بارش کا سمجھو، اُس سے مُردہ دلوں میں جان پڑیگی اور خدا کی زمین "ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ" والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائیگی - ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئینگے جو قابلیتیں مُدت سے مٹی میں مل رہی تھیں، بارانِ رحمت کا ایک چھینٹا اُن کو اُبھار کر نمایاں کر دیگا - چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت محمدی کے ذریعہ سے یہ جلوہ دنیا کو دکھلا دیا - ہمارے صوبہ کے شاعر حکیم نے کیا خوب کہا ہے

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما اُبھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بے شمار کر
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

ف۶ یعنی یہاں مُردہ دلوں کو روحانی زندگی عطا فرمائیگا اور قیامت کے دن مُردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈالیگا - اُس کی قدرت کاملہ کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔

ف۷ یعنی پہلے نا امید تھے، بارش آئی، زمین جی اُٹھی، خوشیاں منانے لگے - اب اگر اس کے بعد ہم ایک ہوا چلا دیں جس سے کھیتیاں خشک ہو کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ فوراً پھر بدل جائیں اور اللہ کے سب احسان فراموش کر کے ناشکری شروع کر دیں - غرض ان کا شکر اور ناشکری سب دنیوی اغراض کے تابع ہے اور یہاں اس پر فرمایا کہ اللہ کی مہربانی سے مُراد پا کر بندہ نِڈر نہ ہو جائے - اُس کی قدرت رنگا رنگ ہے معلوم نہیں دی ہوئی نعمت کب سلب کر لے! اور شاید ادھر بھی اشارہ ہو کہ دین کی کھیتی دنیا میں سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پھر باد مخالف کے جھونکوں سے مُرجھا کر زرد پڑ جائیگی - اُس وقت مایوس ہو کر ہمت ہارنی نہیں چاہئے۔

ف۸ یعنی اللہ کو سب قدرت ہے، مُردہ کو زندہ کر دے، تم کو یہ قدرت نہیں کہ مُردوں سے اپنی بات منوا سکو یا بہروں کو سُنا دو - یا اندھوں کو دکھلا دو، خصوصاً جب وہ سُننے اور دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کریں پس آپ ان کے کفر و ناسپاسی سے ملول و غمگین نہ ہوں - آپ صرف دعوت و تبلیغ کے ذمہ دار ہیں کوئی بدبخت نہ مانے تو آپ کا کیا نقصان ہے آپ کی بات وہ ہی سنیں گے جو ہماری باتوں پر یقین کر کے تسلیم و انقیاد کی خُو اختیار کرتے ہیں - (تنبیہ) اسی قسم کی آیت سورۂ "نمل" کے آخر میں گذر چکی، اُس پر ایک نظر ڈال لی جائے - مفسرین نے اس موقع پر "سماع مَوتیٰ" کی بحث چھیڑ دی ہے - اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن و حدیث پیش کی گئی ہیں - یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں ہو سکتا مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے وہ اُس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے ہو جائے اُسے براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں - مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا یہ اُس قاتل کا فعل کہلائیگا - اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا، اُسے کہینگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اُسی کی قدرت کا کام ہے - ورنہ اُس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ بھی اثر نہیں کر سکتا - قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا "فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (انفال - رکوع ۲) یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے "قتل" و "رمی" کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی - ٹھیک اسی طرح "اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى" کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مُردے کو سُنا دو - کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے - البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سن لے اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا - اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سُننا ثابت ہو جائیگا اُسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہئے - محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے - بہرحال آیت میں "اسماع" کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی - واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی بچہ شروع میں پیدائش کے وقت بیحد کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت آنے لگتی ہے حتیٰ کہ جوانی کے وقت اُس کا زور انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور تمام قوتیں شباب پر ہوتی ہیں، پھر عمر ڈھلنے لگتی ہے اور زور و قوت کے پیچھے کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں جس کی آخری حد بڑھاپا ہے۔ اُس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے اور قویٰ معطل ہونے لگتے ہیں۔ قوت و ضعف کا یہ سب اُتار چڑھاؤ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے۔ اور قوت و ضعف کے مختلف اَدوار میں گذارے۔ اُسی کو قدرت حاصل ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت تک کن حالات میں رکھنا مناسب ہے۔ لہٰذا اُسی خدا کی اور اُس کے پیغمبروں کی باتیں ہمیں سننی چاہئیں۔ شاید اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد زور دیا مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کریگا اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ دنوں بعد زور پکڑیگا اور اپنے شباب و عروج کو پہنچیگا۔ اُس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ خدائے قادر و توانا ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا کرنے کی خاص صورتیں اور اسباب ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا

دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دیگا زور کے پیچھے کمزوری

وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝۵۴ وَيَوْمَ

اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ف۱ اور جس دن

تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ

قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائینگے گنہگار کہ ہم نہیں رہے تھے ایک گھڑی سے زیادہ ف۲

كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝۵۵ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ

اسی طرح تھے اُلٹے جاتے ف۳ اور کہیں گے جن کو ملی ہے سمجھ اور

الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَھٰذَا

یقین تمہارا ٹھہرنا تھا اللہ کی کتاب میں جی اُٹھنے کے دن تک سو یہ ہے

يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۶ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ

جی اُٹھنے کا دن پر تم نہیں تھے جانتے ف۴ سو اُس دن کام نہ آئے گا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۵۷ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

ان گنہگاروں کو قصور بخشوانا اور نہ اِن سے کوئی منانا چاہے ف۵ اور ہم نے بتلائی ہے

لِلنَّاسِ فِيْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

آدمیوں کے واسطے اِس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثل اور جو تو لائے اُنکے پاس کوئی آیت

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝۵۸ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

تو ضرور کہیں وہ منکر تم سب جھوٹ بناتے ہو ف۶ یوں مُہر کر دیتا ہے

اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۹ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

اللہ اُن کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ف۷ سو تو قائم رہ بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝۶۰

ٹھیک ہے اور اُکھاڑ نہ دیں تجھ کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے ف۸

ف۲ یعنی قبر میں یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا اسی دیر اور اس عذاب الیم سے بچے رہتے۔ یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔

ف۳ یعنی جیسے اُس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور اُلٹی باتیں کیا کرتے تھے۔

ف۴ یعنی مومنین اور ملائکہ اُس وقت اُن کی تردید کرینگے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اُس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے، ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار و اشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔

ف۵ یعنی نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے جو کام آئے اور نہ اُن سے کہا جائیگا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کر لو، کیونکہ اُس کا وقت گذر چکا اب تو ہمیشہ کی سزا بھگتنے کے سوا چارہ نہیں۔

ف۶ یعنی اُس وقت پچھتائینگے اور آج خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع ہے قرآن کریم کیسی عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح اُن کو سمجھاتا ہے، پر اُن کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنایئے یا صاف سے صاف معجزے دکھلایئے وہ سُن کر اور دیکھ کر یہ ہی کہہ دیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنا لیں دوسروں نے تصدیق کر دی۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اُس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح ملی بھگت کر کے اپنا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔

ف۷ یعنی جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرتا رہے اسی طرح شدہ شدہ اُس کے دل پر مُہر لگ جاتی ہے اور آخر کار ضد و عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔ العیاذ باللہ!۔

ف۸ یعنی جب ان بدبختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا تو آپ انکی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ صبر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوۃ و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا کر کے رہیگا۔ اُس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیے۔ یہ بدعقیدہ اور بےیقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔ تم سورۃ الروم وللہ الحمد والمنۃ۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس ۳۴ آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾

یہ آیتیں ہیں پکّی کتاب کی ہدایت ہے اور مہربانی نیکی کرنے والوں کے لئے ف۱

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت پر

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اُن کو یقین ہے انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف سے اور وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ

مراد کو پہنچے ف۲ اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اُسی کو ہنسی وہ جو ہیں اُن کو ذلّت کا

مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا

عذاب ہے ف۳ اور جب سُنائے اُس کو ہماری آیتیں پیٹھ دی جائے غرور سے گویا اُن کو سُنا ہی نہیں

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

گویا اُس کے دونوں کان بہرے ہیں سو خوشخبری دے اُس کو دردناک عذاب کی ف۴ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

یقین لائے اور کئے بھلے کام اُن کے واسطے ہے نعمت کے باغ ہمیشہ رہا کریں اُن میں

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

وعدہ ہو چکا اللہ کا سچّا اور زبردست ہے حکمتوں والا ف۵ بنائے آسمان بغیر

ف۱ یہ کتاب خاص نیکی اختیار کرنے والوں کے لئے سرمایۂ رحمت و ہدایت ہے۔ کیونکہ وہ ہی لوگ اِس سے منتفع ہوتے ہیں۔ ورنہ نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن و انس کے حق میں ہدایت و رحمت بن کر آئی ہے۔

ف۲ سورۂ "بقرہ" کے شروع میں اسی طرح کی آیات گذر چکی ہیں وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

ف۳ سُعدائے مفلحین کے مقابلہ میں یہ اُن اشقیار کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے، یا دوسری واہیات و خرافات میں مستغرق ہیں چاہتے ہیں، کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل و تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اُس کی یاد سے برگشتہ کر دیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں حضرت حسن "لہو الحدیث" کے متعلق فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ مِنَ السَّمَرِ وَالْاَضَاحِيْكِ وَالْخُرَافَاتِ وَالْغِنَاءِ وَنَحْوِهَا (روح المعانی) (یعنی "لہو الحدیث" ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو۔ مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ) روایات میں ہے کہ نضر بن حارث جو رؤسائے کفار میں تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہانِ عجم کے قصص و تواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (صلعم) تم کو عاد و ثمود کے قصّے سُناتے ہیں۔ آؤ میں تم کو رُستم و اسفندیار اور شاہانِ ایران کے قصّے سناؤں بعض لوگ اُن کو دلچسپ سمجھ کر اُدھر متوجہ ہو جاتے۔ نیز اُس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی، جس کو دیکھتا کہ دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا، اُس کے پاس لے جاتا اور کہہ دیتا کہ اِسے کھلا پلا اور گانا سُنا پھر اُس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ اُس سے بہتر ہے جدھر محمد صلعم بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو۔ اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تنبیہ) شانِ نزول گو خاص ہو مگر عمومِ الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہیگا۔ جو لہو (شغل) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو۔ حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا بسبب معصیت بنے وہ معصیت ہے۔ ہاں جو لہو کسی امرِ واجب کا مفوّت (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی اُس میں نہ ہو وہ مُباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلافِ اولےٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ، یا تیر اندازی اور نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت (جو حدِ شریعت میں ہو) چونکہ معتدبہ اغراض و مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ رہا غناء و سماع کا مسئلہ اُس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنی چاہیئے۔ مزامیر و ملاہی کی حُرمت پر تو صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ البتہ نفسِ غناء کو ایک درجہ تک مُباح لکھتے ہیں اُس کی قیود و شروط بھی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔ صاحب روح المعانی نے آیت ہذا کے تحت میں مسئلہ غناء و سماع کی تحقیق نہایت شرح و بسط سے کی ہے۔ فلیراجع۔

ف۴ یعنی غرور و تکبّر سے ہماری آیتیں سُننا نہیں چاہتا بالکل بہرا بن جاتا ہے۔

ف۵ یعنی کوئی قوت اُس کو ایفائے وعدہ سے روک نہیں سکتی نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

ف۱ اس لفظ کی تفسیر سورۂ "رعد" کے شروع میں گذر چکی۔ ف۲ یعنی سمندر کی موجوں اور سخت ہوا کے جھٹکوں سے یا دوسرے اسباب طبیعیہ سے مرتعش ہو کر جھک نہ پڑے، اس کا انتظام بڑے بڑے پہاڑ قائم کر کے کر دیا گیا۔ سورۂ "نحل" کے اوائل میں یہ مضمون گذر چکا ہے، باقی پہاڑوں کے پیدا کرنے کی حکمت کچھ اسی میں منحصر نہیں۔ دوسرے فوائد اور حکمتیں ہونگی جو اللہ کو معلوم ہیں۔

ف۳ یعنی ہر قسم کے پُر رونق، خوش منظر اور نفیس وکار آمد درخت زمین سے اُگائے۔ سورۂ شعراء کے شروع میں اسی مضمون کی آیت گذر چکی ہے۔ ف۴ جب نہیں دکھلا سکتے تو کس منہ سے اُن کو خدائی کا شریک اور معبودیت کا مستحق ٹھہراتے ہو۔ معبود تو وہ ہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق پہنچانا سب کچھ ہو۔ یہاں ایک ذرّہ کے پیدا کرنے کا اختیار نہیں۔ ف۵ یعنی ان ظالموں کو سوچنے سمجھنے سے کچھ سروکار نہیں۔ اندھیرے میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ آگے شرک وعصیان کی تقبیح کے لئے حضرت لقمان کی نصیحتیں نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے اللہ کی طرف سے دانائی پاکر اپنے بیٹے کو کی تھیں۔

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ
ستونوں کے تم اُس کو دیکھتے ہو ف۱ اور رکھ دیئے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لیکر جھک نہ پڑے ف۲ اور بکھیر
فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا
دیئے اُس میں سب طرح کے جانور اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر اُگائے زمین میں
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾ هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ
ہر قسم کے جوڑے خاصے ف۳ یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو
ع ۱ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ
اُس کے سوا ہیں ف۴ کچھ نہیں پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں ف۵ اور ہم نے دی لقمان کو
الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ
عقلمندی ف۶ کہ حق مان اللہ کا اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا اپنے بھلے کو اور جو کوئی
كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ
منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں والا ف۷ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اُس کو سمجھانے لگا
يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا
اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو اللہ کا ف۸ بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے ف۹ اور ہم نے تاکید کر دی
الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ
انسان کو اُسکے ماں باپ کے واسطے پیٹ میں رکھا اُس کو اُسکی ماں نے تھک تھک کر اور دُودھ چھڑانا ہے اُس کا
فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِنْ
دو برس میں کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے ف۱۰ اور اگر
جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اُس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو اُن کا کہنا مت مان ف۱۱
وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ
اور ساتھ دے اُن کا دُنیا میں دستور کے موافق ف۱۲ اور راہ چل اُس کی جو رجوع ہوا میری طرف ف۱۳

ف۶ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں ایک پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل وفہم اور متانت ودانائی عطا فرمائی تھی۔ اُنہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کہیں، جو پیغمبروں کے احکام وہدایات کے موافق تھیں۔ اُن کی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آتی ہیں۔ ربّ العزت نے ایک حصّہ قرآن میں نقل فرما کر اُن کا مرتبہ اور زیادہ بڑھا دیا، شاید مقصود یہ جتلانا ہو کر شرک وغیرہ کا قبیح ہونا جس طرح فطرت انسانی کی شہادت اور انبیاء کی وحی سے ثابت ہے، دنیا کے منتخب عقلمند بھی اپنی عقل سے اُس کی تائید وتصدیق کرتے رہے ہیں پس توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنا ضلال مبین نہیں تو اور کیا ہے؟ (تنبیہ) حضرت لقمان کہاں کے رہنے والے تھے؟ اور کس زمانہ میں ہوئے؟ اسکی پوری تعیین نہیں ہو سکی، اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوئے۔ ان کے بہت سے قصّے اور اقوال تفاسیر میں نقل کئے ہیں۔ فاللّٰہ اعلم بصحتہا۔

ف۷ یعنی اس احسان عظیم اور دوسرے احسانات پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور حق ماننا ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گذاری سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر ناشکری کی تو اپنا نقصان کریگا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے شکریہ کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ اُس کی حمد وثنا تو ساری مخلوق زبانِ حال سے کر رہی ہے اور بفرض محال کوئی تعریف کرنیوالا نہ ہو تب بھی جامع الصفات اور منبع الکمالات ہونے کی بناء پر وہ بذاتِ خود محمود ہے کسی کے حمد وشکر کرنے یا نہ کرنے سے اُسکے کمالات میں ذرّہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ف۸ معلوم نہیں بیٹا مشرک تھا؟ سمجھا کر راہ راست پر لانا چاہتے تھے یا موحّد تھا؟ اُسے توحید پر خوب مضبوط کرنے اور جمائے رکھنے کی غرض سے یہ وصیت فرمائی؟

ف۹ اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہو گی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دے دیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہو گا، کہ اشرف المخلوقات ہو کر خسیس ترین اشیاء کے آگے سر عبودیت خم کر دے۔ لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ۔

ف۱۰ یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ مہینوں تک اس کا بوجھ پیٹ میں اُٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دُودھ پلایا۔ اس دَوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اُسکے آرام پر قربان کیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اوّلاً خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً اپنے ماں باپ کا، خصوصاً ماں کا حق پہچانے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اُسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا مُنہ لے کر وہاں جائیگا۔ (تنبیہ) دُودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدّت ڈھائی سال بتلاتے ہیں اُن کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شریک نہ مان جو تجھے معلوم نہیں یعنی شبہ میں بھی نہ مان اور یقین سمجھ کر تو کیوں مانے"۔

ف۱۲ یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں اُنکے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ، اسی مضمون کی آیت سورۂ عنکبوت میں گذر چکی وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے۔

ف۱۳ یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل! دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت مت کر۔

ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾ یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ
پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا پھر میں جتلا دونگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱ اے بیٹے اگر کوئی چیز

تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ
ہو برابر رائی کے دانہ کی پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں

اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ
یا زمین میں لا حاضر کرے اس کو اللہ بیشک اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے ف۲ اے بیٹے قائم کر

الصَّلٰوۃَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡہَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ
نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے ف۳ اور تحمل کر جو

اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ
تجھ پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام ف۴ اور اپنے گال مت پھلا

لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ
لوگوں کی طرف ف۵ اور مت چل زمین پر اتراتا بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا

فَخُوۡرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ
بڑائیاں کرنیوالا ف۶ اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی بیشک

اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿۱۹﴾ اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی
بُری سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے ف۷ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام میں لگائے تمہارے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ؕ
جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ف۸ اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی ف۹

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّلَا ہُدًی وَّلَا کِتٰبٍ
اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں نہ سمجھ رکھیں نہ سوجھ اور نہ روشن

مُّنِیۡرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا
کتاب ف۱۰ اور جب ان کو کہئے چلو اس حکم پر جو اُتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلینگے اس پر جس پر پایا ہم نے

ف۱ یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائیگا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی (تنبیہ) وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ سے یہاں تک حق تعالیٰ کا کلام ہے پہلے لقمان کی وصیت بیٹے کو تھی۔ اور آگے بھی یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ" سے اُسی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری تنبیہ فرما دی یعنی شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت سے پیچھے اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرما دیا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ باپ نے اللہ کا حق بتایا۔ اللہ نے باپ کا۔ باقی پیغمبر یا مرشد و ہادی کا حق بھی حقُّ اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اُسی کے نائب ہوتے ہیں" (موضح بتغیر یسیر)

ف۲ یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بُری اگر رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو، وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی۔ جب وقت آئیگا وہیں سے لا حاضر کریگا۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں بھی جو کام کیا جائیگا، اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نیکی یا بدی کیسی ہی چھپ کر کی جائے اُس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے جسے اہل نظر بے تکلف محسوس کر لیتے ہیں۔

ف۳ یعنی خود اللہ کی توحید اور بندگی پر قائم ہو کر دوسروں کو بھی نصیحت کر کہ بھلی بات سیکھیں اور بُرائی سے رُکیں۔

ف۴ یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے اُن کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں۔

ف۵ یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبّروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔

ف۶ یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزّت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پیچھے لوگ بُرا کہتے ہیں۔

ف۷ یعنی تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر اور بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلا۔ اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو، وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہ و کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سُری ہو جاتی ہے۔ (ربط) لقمان کا کلام یہاں تک تمام ہوا۔ آگے پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید وغیرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں

ف۸ یعنی آسمان و زمین کی کل مخلوق تمہارے کام میں لگا دی ہے، پھر تم اُس کے کام میں کیوں نہیں لگتے۔

ف۹ کھلی نعمتیں وہ جو حواس سے مُدرَک ہوں یا بے تکلف سمجھ میں آ جائیں چھپی وہ جو عقلی غور و فکر سے دریافت کی جائیں۔ یا ظاہری سے مادی و معاشی اور باطنی سے روحانی و معادی نعمتیں مراد ہوں۔ گویا پیغمبر بھیجنا کتاب اُتارنا، نیکی کی توفیق دینا، سب باطنی نعمتیں ہونگی۔ واللہ اعلم۔

ف۱۰ یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام و احسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اُس کی شئون و صفات میں یا اُس کے احکام و شرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول اُن کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت۔ نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔ (تنبیہ) ترجمہ سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ غالباً مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "علم" سے عقلی طور پر سمجھنا مُراد لیا ہے اور "ہدیٰ" سے ایک طرح کی بصیرت مُراد لی ہے جو سلامتی ذوق و وجدان اور ممارست عقل و فکر سے ناشی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ معمولی سمجھ ہے نہ وجدانی بصیرت حاصل ہے نہ روشن کتاب یعنی نقلی دلیل رکھتے ہیں۔ یہ معنی بہت لطیف ہیں۔ ہم نے آیت کی جو تقریر اختیار کی محض تسہیل کی غرض سے کی ہے۔

ف۱ یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لئے جا رہا ہو، تب بھی تم اُن کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گرینگے وہیں گروگے؟ ف۲ یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا رستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سمجھو کہ اُس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے جب تک یہ کڑا پکڑے رہیگا، گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ف۳ یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھامے رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائیگا اور خدا اُس کا انجام درست کر دیگا۔

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

اپنے باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بُلاتا ہو اُن کو دوزخ کے عذاب کی طرف تو بھی ف۱

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

اور جو کوئی تابع کرے اپنا مُنہ اللہ کی طرف اور وہ ہو نیکی پر سو اُس نے پکڑ لیا مضبوط

الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ

کڑا ف۲ اور اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا ف۳ اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اُسکے انکار سے

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

ہماری طرف پھر آنا ہے اُنکو پھر ہم جتلا دینگے اُن کو جو اُنہوں نے کیا ہے البتہ اللہ جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں ف۴

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

کام چلا دینگے ہم اُن کا تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلائینگے اُن کو گاڑھے عذاب میں ف۵ اور اگر تو پوچھے اُن سے

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ سب خوبی اللہ کو ہے پر

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۶ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں بیشک اللہ وہی ہے

الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّمَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ

بے پروا سب خوبیوں والا ف۷ اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں اور

الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سمندر ہو اُس کی سیاہی اُسکے پیچھے ہوں سات سمندر نہ تمام ہوں باتیں اللہ کی بیشک اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

زبردست ہے حکمتوں والا ف۸ تم سب کا بنانا اور مرے پیچھے جلانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا ف۹ بیشک اللہ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

سب کچھ سُنتا دیکھتا ہے ف۱۰ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

ف۴ یعنی تم اپنا علاقہ خدا تعالیٰ سے جوڑے رکھو، کسی کے انکار و تکذیب کی پروا نہ کرو۔ منکرین کو بھی بالآخر ہمارے ہاں آنا ہے۔ اُس وقت سب کیا دھرا سامنے آجائیگا۔ کسی مُجرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے۔ سب کھول کر رکھ دیگا۔

ف۵ یعنی تھوڑے دن کا عیش اور بےفکری ہے۔ مہلت ختم ہونے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئینگے۔ مجال ہے کہ چھوٹ کر بھاگ جائیں؟

ف۶ یعنی الحمد للہ اتنا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں، پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اُس کی ذات میں نہ ہو۔ کیا اِن چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص محکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجہ کے علم و حکمت اور زور و قدرت کے ممکن ہے؟ لامحالہ "خالق السمٰوات والارض"، میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑینگے۔ اور یہ بھی اُسی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ تم جیسے منکرین سے اپنی عظمت و قدرت کا اقرار کرا دیتا ہے۔ جس کے بعد تم ملزم ٹھہرتے ہو کہ جب تمہارے نزدیک خالق تنہا وہ ہے تو معبود دوسرے کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں پہنچ کر اٹک جاتے ہیں۔

ف۷ یعنی جس طرح آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان و زمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اسی کی مخلوق و مملوک اور اُسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں کیونکہ وجود اور توابع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع اُسی کی ذات ہے۔ اُس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ پھر اُسے کسی کی کیا پروا ہوتی؟

ف۸ یعنی اگر تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنالیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی تیار کی جائے، پھر پیچھے سے سات سمندر اور اُس کی کمک پر آجائیں اور فرض کرو تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے، تب بھی اُن باتوں کو لکھ کر تمام نہ کر سکیں گے جو حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کو ظاہر کرنے والی ہیں، لکھنے والوں کی عمریں تمام ہو جائیں گی۔ قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائینگے، سیاہی ختم ہو جائیگی پر اللہ کی تعریفیں اور اُس کی خوبیاں ختم نہ ہونگی، بھلا محدود و متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو۔ "اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِىْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ"

ف۹ یعنی سارے جہان کا پیدا کرنا اور ایک آدمی کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ دقت نہ اُس میں کچھ تعب۔ ایک "کُن" سے جو چاہے کر ڈالے اور لفظ "کُن" کہنے پر بھی موقوف نہیں۔ یہ ہم کو سمجھانے کا ایک عنوان ہے بس اُدھر ارادہ ہوا اِدھر وہ چیز موجود

ف۱۰ یعنی جس طرح ایک آواز کا سُننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سُننا، یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا، اُسکے لئے برابر ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی کا مارنا، جلانا اور سارے جہان کا مارنا جلانا اُسکی قدرت کے سامنے یکساں ہے پھر دوبارہ جلانے کے بعد بیک وقت تمام اولین و آخرین کے اگلے پچھلے اعمال کا رتی رتی حساب چکا دینے میں بھی اُسے کوئی وقت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سارے تمام اقوال کو سُنتا اور تمام افعال کو دیکھتا ہے۔ کوئی چھپی کھلی بات وہاں پوشیدہ نہیں۔

ف۱ "مقرر وقت" سے قیامت مُراد ہے یا چاند سُورج میں سے ہر ایک کا دَورہ - کیونکہ ایک دَورہ پورا ہونے کے بعد گویا از سرِ نو چلنا شروع کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی جو قوت رات کو دن اور دن کو رات کرتی اور چاند سُورج جیسے کُرات عظیمہ کو ادنیٰ مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھتی ہے۔ اُسے تمہارا مرے پیچھے زندہ کر دینا کیا مشکل ہوگا - اور جب ہر ایک چھوٹے بڑے عمل سے پوری طرح باخبر ہے تو حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی۔ ف۳ یعنی حق تعالیٰ کی یہ شئون عظیمہ اور صفات قاہرہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سُننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اُسکی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو "بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ" سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اکیلے اُسی خدا کے واسطے یہ شئون وصفات ثابت ہوں پھر جس کے لئے یہ شئون وصفات ثابت ہونگی وہ ہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

ف۴ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل (جس کا نام عبادت ہے) اُسی کے لئے ہونا چاہیئے۔

ف۵ یعنی جہاز بھاری بھاری سامان اُٹھا کر خدا کی قدرت اور فضل و رحمت سے کس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔

ف۶ یعنی اس بحری سفر کے احوال و حوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفان اُٹھ رہے ہوں اور جہاز پانی کے تھپیڑوں میں گھرا ہو، اُس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت و حیات سے صحیح و سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اُس کا احسان مانے۔

ف۷ اُوپر دلائل و شواہد سے سمجھایا تھا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے، اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ یہاں بتلایا کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدتمندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر اور فطرت کی اصلی آواز یہ ہی ہے۔ باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔

ف۸ یعنی جب خدا تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آیا تو تھوڑے نفوس ہیں جو اعتدال و توسط کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے "فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ" کا ترجمہ کیا "تو کوئی ہوتا ہے اُن میں بیچ کی چال پر"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا نہیں، مگر بالکل بھول بھی نہ جائے۔ ایسے بھی کم ہیں نہیں تو اکثر قدرت سے منکر ہوتے ہیں۔ اپنے بچ نکلنے کو تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح وغیرہ کی مدد پر۔

ف۹ یعنی ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھِر کر جو قول و قرار اللہ سے کر رہے تھے سب جھُوٹے نکلے۔ چند روز بھی اُسکے انعام و احسان کا حق نہ مانا اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔

ف۱۰ طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لے کر اُس کو بچا لیں لیکن ایک ہولناک اور ہوشربا دن آنیوالا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہیئے کہ آدمی اُس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اُس سے کیونکر بچو گے۔

ف۱۱ یعنی وہ دن یقیناً آکر رہیگا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چندروزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہیگی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے؟ نیز اُس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہشیار رہو جو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میاں اللہ غفور رحیم ہے خوب گناہ کیے جاؤ، مزے اُڑاؤ، بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا۔ اللہ سب بخشدیگا۔ تقدیر میں اگر اُس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور پہنچ کر رہو گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے پھر کاہے کے لئے دنیا کا مزہ چھوڑا۔

فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى

رات میں اور کام میں لگا دیا ہے سُورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وقت تک ف۱

وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا

اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اُس کی جو تم کرتے ہو ف۲ یہ اس لئے کہا کہ اللہ وہی ہے ٹھیک اور جس کی کو

يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

پکارتے ہیں اُس کے سوائے سو وہی جھوٹ ہے ف۳ اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ف۴

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللَّهِ لِيُرِيَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ

تو نے نہ دیکھا کہ جہاز چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت لے کر تاکہ دکھلائے تم کو کچھ اپنی قدرتیں ف۵

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣١﴾ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ

البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنیوالے احسان ماننے والے کیواسطے ف۶ اور جب سر پر آئے اُنکے موج

كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ

جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر اُسی کے لئے بندگی ف۷ پھر جب بچا دیا اُنکو جنگل کی طرف

فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿٣٢﴾

تو کوئی ہوتا ہے اُن میں بیچ کی چال پر ف۸ اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ف۹

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ

اے لوگو بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اُس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی باپ اپنے

وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

بیٹے کے بدلے اور نہ کوئی بیٹا ہو جو کام آئے اپنے باپ کی جگہ کچھ بھی ف۱۰ بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾

ٹھیک ہے، سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ف۱۱

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے

الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ

ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو

نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۳۴

خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ف۱

ع ۱۳

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثُوْنَ اٰیَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۱ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ ۲ اَمْ

اُتارنا کتاب کا اس میں کچھ دھوکا نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے ف۲ کیا

یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ

کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لایا ہے، کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو ڈر سنا دے اُن لوگوں کو جنکے پاس نہیں آیا

مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۳ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ

کوئی ڈرانیوالا تجھ سے پہلے تاکہ وہ راہ پر آئیں ف۳ اللہ ہے جس نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی

آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے چھ دن کے اندر پھر قائم ہوا

الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۴

عرش پر ف۴ کوئی نہیں تمہارا اُس کے سوائے حمایتی اور نہ سفارشی پھر تم کیا دھیان نہیں کرتے ف۵

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ

تدبیر سے اُتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ کام اُسکی طرف ایک دن میں

مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں ف۶ یہ ہے جاننے والا چھپے اور کھلے کا

ف۱ یعنی قیامت آکر رہیگی، کب آئیگی؟ اس کا علم خدا کے پاس ہے۔ نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ آدمی دنیا کے باغ و بہار اور وقتی تروتازگی پر ریجھتا ہے، کیا نہیں جانتا کہ علاوہ فانی ہونے کے فی الحال بھی یہ چیز اور اس کے اسباب سب خدا کے قبضہ میں ہیں۔ زمین کی ساری رونق اور مادی برکت (جس پر تمہاری خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو ہر طرف خاک اُڑنے لگے۔ نہ سامانِ معیشت رہیں نہ اسبابِ راحت، پھر تعجب ہے کہ انسان دنیا کی زینت اور تروتازگی پر فریفتہ ہو کر اُس ہستی کو بھول جائے جس نے اپنی بارانِ رحمت سے اُس کو تروتازہ اور پُر رونق بنا رکھا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو کیا معلوم ہے کہ دنیا کے عیش و آرام میں اُس کا کتنا حصّہ ہے۔ بہت سے لوگ کوشش کر کے اور ایڑیاں رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن زندگی بھر چین نصیب نہیں ہوتا۔ بہت ہیں جنہیں بے محنت دولت مل جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر کبھی کوئی آدمی جو دین کے معاملہ میں تقدیرِ الٰہی پر بھروسہ کیے بیٹھا ہو، دنیوی جدوجہد میں تقدیر پر قانع ہو کر ذرہ برابر کمی نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ تدبیر کرنی چاہئے۔ کیونکہ اچھی تقدیر عموماً کامیاب تدبیر ہی کے ضمن میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ علم خدا کو ہے کہ فی الواقع ہماری تقدیر کیسی ہوگی اور صحیح تدبیر بن پڑیگی یا نہیں۔ یہ ہی بات اگر ہم دین کے معاملہ میں سمجھ لیں تو شیطان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آئیں۔ بیشک جنت دوزخ جو کچھ ملے گی تقدیر سے ملے گی جس کا علم خدا کو ہے مگر عموماً اچھی یا بُری تقدیر کا چہرہ اچھی یا بُری تدبیر کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔ اس لئے تقدیر کا حوالہ دے کر ہم تدبیر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ یہ پتہ کسی کو نہیں کہ اللہ کے علم میں وہ سعید ہے یا شقی۔ جنتی ہے یا دوزخی، مفلس ہے یا غنی، لہٰذا ظاہری عمل اور تدبیر ہی وہ چیز ہوئی جس سے عادۃً ہم کو نوعیت تقدیر کا قدرے پتہ چل جاتا ہے۔ ورنہ یہ علم تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پیدا ہونیکے کے بعد اُس کی عمر کیا ہو۔ روزی کتنی ملے، سعید ہو یا شقی، اسی کی طرف "وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ" میں اشارہ کیا ہے۔ رہا شیطان کا یہ دھوکا کہ فی الحال تو دنیا کے مزے اڑا لو، پھر توبہ کر کے نیک بنجانا، اس کا جواب "وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" الخ میں دیا ہے یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کریگا؟ اور کچھ کرنے کے لئے زندہ بھی رہیگا؟ کب موت آجائیگی اور کہاں آئیگی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل نیکی سے ضرور کر لیگا اور توبہ کی توفیق ضرور پائیگا؟ ان چیزوں کی خبر تو اُسی علیم و خبیر کو ہے۔ (تنبیہ) یاد رکھنا چاہیئے کہ مغیبات جنس احکام سے ہونگی یا جنس اکوان سے، پھر اکوانِ غیبیہ زمانی ہیں یا مکانی، اور زمانی کی باعتبار ماضی، مستقبل حال کے تین قسمیں کی گئی ہیں۔ ان میں سے احکامِ غیبیہ کا کُلّی علم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا گیا فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الیٰ آخر الآیہ (جن۔ رکوع ۲) جس کی جزئیات کی تفصیل و تبویب اذکیائے اُمت نے کی۔ اور اکوانِ غیبیہ کی کلیات و اصول کا علم حق تعالٰے نے اپنے ساتھ مختص رکھا ہاں جزئیات منتشرہ پر بہت سے لوگوں کو حسبِ استعداد اطلاع دی۔ اور نبی کریم صلعم کو اس سے بھی اتنا وافر اور عظیم الشان حصّہ ملا جس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم اکوانِ غیبیہ کا علم کُلّی رب العزت ہی کے ساتھ مختص رہا۔ آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں احادیث میں ان کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے جن کا علم (یعنی علم کُلّی) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ فی الحقیقت اِن پانچ چیزوں میں کل اکوانِ غیبیہ کی انواع کی طرف اشارہ ہو گیا۔ "بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ" میں غیوب مکانیہ "مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا" میں زمانیہ مستقبلہ "مَا فِی الْاَرْحَامِ" میں زمانیہ حالیہ اور "یُنَزِّلُ الْغَیْثَ" میں غالباً زمانیہ ماضیہ پر تنبیہ ہے۔ یعنی بارش آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ پہلے سے کیا ایسے اسباب فراہم ہو رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہوئی، ماں بچہ کو پیٹ میں لئے پھرتی ہے پر اُسے پتہ نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی؟ انسان واقعات آئندہ پر حاوی ہونا چاہتا ہے، مگر یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کرونگا؟ میری موت کہاں واقع ہوگی؟ اس جہل و بیچارگی کے باوجود تعجب ہے کہ دنیوی زندگی پر مفتوں ہو کر خالقِ حقیقی کو اور اُس دن کو بھول جائے جب پروردگار کی عدالت میں کشاں کشاں حاضر ہونا پڑیگا۔ بہرحال اِن پانچ چیزوں کے ذکر سے تمام اکوانِ غیبیہ کے علم کُلّی کی طرف اشارہ کرنا ہے حصر مقصود نہیں اور غالباً ذکر میں اِن پانچ کی تخصیص اس لئے ہوئی کہ ایک سائل نے سوال انہی پانچ باتوں کی نسبت کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کما فی الحدیث۔ پہلے سورۂ انعام اور سورۂ نمل میں بھی ہم علم غیب کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں۔ ایک نظر ڈال لی جائے۔ تم سورۂ لقمان بمنّہ وکرمہ۔

ف۲ بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین نے اُتاری ہے نہ اس میں کچھ دھوکا ہے نہ شک و شبہ کی گنجائش۔

ف۳ یعنی جس کتاب کا معجز اور من اللہ ہونا اس قدر واضح ہے کہ شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، کیا اُس کی نسبت کفار کہتے ہیں کہ پیغمبر اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے اور معاذ اللہ جھوٹ طوفان خدا کی طرف نسبت کرتا ہے؟ حد ہو گئی جب ایسی روشن چیز میں بھی شبہات پیدا کیے جانے لگے، ذرا غور و انصاف کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب ٹھیک پروردگار عالم کی طرف سے آئی ہے۔ تا اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو بیدار کرنے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرنوں سے کوئی بیدار کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنی طرف سے وہ ہی چیز بنا کر لاتا ہے یا بنا سکتا ہے جس کی کوئی نظیر یا زبردست خواہش اُس کے ماحول میں پائی جاتی ہو کسی ملک میں ایسی بات دفعۃً منہ سے نکال دینا جو اُن کی سینکڑوں برس کی مسخ شدہ ذہنیت اور مذاق کے یکسر مخالف ہو اور جس کے قبول کی ادنیٰ ترین استعداد بھی بظاہر نہ پائی جائے کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کسی کو مامور کرے وہ الگ بات ہے پس نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اعقل الناس ہونا اُن کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے جو آپ کو (معاذ اللہ)

(باقی صفحہ ۵۵۳)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۲ - مفتری کہتے ہیں، اگر کوئی بات بنا کر لاتے تو یقیناً ایسی لاتے جو عرب کی اُس فضا کے مناسب اور عام جذبات کے موافق ہوتی اور جس کا کوئی نمونہ اُن کے گرد و پیش پایا جاتا یہ ہی بات ایک انصاف پسند کو یقین دلا سکتی ہے کہ وہ خود اپنی ذاتی خواہش سے کھڑے نہیں ہوئے اور نہ جو پیغام لائے وہ اُن کا تصنیف کیا ہوا تھا۔ **ف۴** اِس کا بیان سورۂ اعراف میں آٹھویں پارہ کے اختتام کے قریب گذر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔ **ف۵** یعنی دھیان نہیں کرتے کہ اُس کے پیغام اور پیغامبر کو جھٹلا کر کہاں جاؤ گے۔ تمام زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک اللہ کی حکومت ہے۔ اگر پکڑے گئے تو اُس کی اجازت و رضا کے بدون کوئی حمایت اور سفارش کرنیوالا بھی نہ ملیگا۔ **ف۶** بڑے کام اور اہم انتظامات کے متعلق عرش عظیم سے مقرر ہو کر نیچے حکم اُترتا ہے۔ سب اسباب حسّی و معنوی ظاہری و باطنی، آسمان و زمین سے جمع ہو کر اُس کے انصرام میں لگ جاتے ہیں۔ آخر وہ کام اور انتظام اللہ کی مشیت و حکمت سے مدتوں جاری رہتا ہے، پھر زمانہ دراز کے بعد اُٹھ جاتا ہے۔ اُس وقت اللہ کی طرف سے دوسرا رنگ اُترتا ہے جیسے بڑے بڑے پیغمبر جن کا اثر قرنوں رہا، یا کسی بڑی قوم میں سرداری جو نسلوں تک چلی۔ وہ ہزار برس اللہ کے ہاں ایک دن ہے (موضح بتغییر یسیر) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہزار سال کے انتظامات و تدابیر فرشتوں کو القاء کرتا ہے۔ اور یہ اُس کے ہاں ایک دن ہے۔ پھر فرشتے جب (انہیں انجام دے کر) فارغ ہو جاتے ہیں، آئندہ ہزار سال کے انتظامات القاء فرما دیتا ہے۔ یہ ہی سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ بعض مفسرین آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اللہ کا حکم آسمانوں کے اُوپر سے زمین تک آتا ہے، پھر جو کارروائیاں اس کے متعلق یہاں ہوتی ہیں وہ دفتر اعمال میں درج ہونے کے لئے اُوپر چڑھتی ہیں جو سمائے دنیا کے مُحدّب پر واقع ہے۔ اور زمین سے وہاں تک کا فاصلہ آدمی کی متوسط رفتار سے ایک ہزار سال کا ہے جو خدا کے ہاں ایک دن قرار دیا گیا۔ مسافت تو اتنی ہے یہ جُداگانہ بات ہے کہ فرشتہ ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم میں قطع کرے۔ بعض مفسرین یوں معنی کرتے ہیں کہ ایک کام اللہ تعالیٰ کو کرنا ہے تو اُس کے مبادی و اسباب کا سلسلہ ہزار سال پہلے سے شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ حکمت بالغہ کے مطابق مختلف ادوار میں گذرتا اور مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بتدریج اپنے منتہائے کمال کو پہنچتا ہے۔ اُس وقت جو نتائج و آثار اُس کے ظہور پذیر ہوتے ہیں بارگاہِ ربوبیت میں پیش ہونے کے لئے چڑھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک "یوم" سے یومِ قیامت مُراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین تک تمام دنیا کا بندوبست کرتا ہے۔ پھر ایک وقت آئیگا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائیگا اور آخری فیصلہ کے لئے پیش ہوگا۔ اُس کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کا دن ہزار سال کی برابر ہے۔ بہر حال "فِیْ یَوْمٍ" کو بعض نے یُدَبِّرُ کے اور بعض نے یَعْرُجُ کے متعلق کیا ہے اور بعض نے تنازع فعلین مانا ہے۔ واللہ اعلم۔

الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ

زبردست رحم والا ف۱ جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان

الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ﴿٨﴾

کی پیدائش ایک گارے سے پھر بنائی اُسکی اولاد نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے ف۲

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

پھر اُسکو برابر کیا ف۳ اور پھونکی اُس میں اپنی ایک جان ف۴ اور بنا دیے تمہارے لئے کان اور آنکھیں

وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا

اور دل تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو ف۵ اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو

لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ

نیا بننا ہے کچھ نہیں وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں ف۶ تو کہہ قبض کر لیتا ہے تمکو

مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَلَوْ تَرَىٰ

فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے ف۷ اور کبھی تو دیکھے

إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

جس وقت کہ منکر سر ڈالے ہوئے ہونگے اپنے رب کے سامنے ف۸ اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ

اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آگیا ف۹ اور اگر ہم چاہتے تو سجھا دیتے ہر جی کو

هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

اُس کی راہ لیکن ٹھیک پڑ چکی میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے

أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ ۖ وَ

اکٹھے ف۱۰ سو اب چکھو مزہ جیسے تم نے بھلا دیا تھا اِس اپنے دن کے ملنے کو ہم نے بھی بھلا دیا تم کو ف۱۱ اور

ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ

چکھو عذاب سدا کا عوض اپنے کیے کا ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** یعنی ایسے اعلیٰ اور عظیم الشان انتظام و تدبیر کا قائم کرنا اسی پاک ہستی کا کام ہے جو ہر ایک ظاہر و پوشیدہ کی خبر رکھے، زبردست اور مہربان ہو۔

ف۲ یعنی نطفہ جو بہت سی غذاؤں کا نچوڑ ہے۔

ف۳ یعنی شکل، صورت، اعضاء موزوں و متناسب رکھے۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو مخلوق ہے اُسی کا مال ہے مگر جس کی عزت بڑھائی اُس کو اپنا کہا جیسے فرمایا "اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ" حالانکہ سب خدا کے بندے ہیں کما قال "اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا" سو انسان کی جان عالمِ غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی۔ اُس کو اپنا کہا۔ ورنہ اللہ کی جان کا اگر وہ مطلب لیا جائے جو مثلاً آدمی کی جان کا لیتے ہیں تو چاہیے جان کسی بدن میں ہو، بدن ہوا تو ترکیب آئی، ترکیب آئی تو حدوث آیا، ذات پاک کہاں رہی (موضح بتغییر)

ف۵ اِن نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ آنکھوں سے اُس کی آیات تکوینیہ کو بنظرِ امعان دیکھتے۔ کانوں سے آیات تنزیلیہ کو توجہ و شوق کے ساتھ سُنتے۔ دل سے دونوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے پھر سمجھ کر اُس پر عامل ہوتے۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

ف۶ یعنی اس پر غور نہ کیا کہ اللہ نے اُن کو اوّل مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اُلٹے شبہات نکالنے لگے کہ مٹی میں مل جانے کے بعد ہم دوبارہ کس طرح بنائے جائینگے۔ اور شبہ یا استبعاد ہی نہیں بلکہ صاف طور پر یہ لوگ بعث بعد الموت سے منکر ہو گئے۔ **ف۷** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی "تم آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رَل مِل کر برابر ہو گئے۔ ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے۔" (موضح) **ف۸** یعنی ذلت و ندامت سے محشر میں۔ **ف۹** یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے اُن کا یقین آگیا۔ بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔ **ف۱۰** دوسری جگہ فرمایا "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ" (انعام۔ رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دنیا کی طرف لوٹائے جائیں پھر وہ ہی شرارتیں کریں۔ اُن کی طبیعت کی افتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغوا کو قبول کریں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اُسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃً رہنمائی کرتا ہے لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور و طریق اختیار کرنے کے لئے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بات پوری ہونی تھی جو ابلیس کے دعوے "لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" (ص۔ رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی "فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ" (ص۔ رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن و انس سے مُراد وہ ہی شیاطین اور اُن کے اتباع ہیں۔ **ف۱۱** یعنی تمکو بھلا دیا یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ آگے مجرمین کے مقابلہ میں مومنین کا حال و مآل بیان فرماتے ہیں۔

ف۱ یعنی خوف وخشیت اور خشوع وخضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، زبان سے اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، دل میں کبر وغرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع ہو۔

إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿۱۵﴾

جب اُن کو سمجھائے اُن سے گر پڑیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں کیساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے ف۱

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا

جُدا رہتی ہیں اُن کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے ف۲ پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے ف۳ اور ہمارا

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ

دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے اُنکے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ

بدلہ اُس کا جو کرتے تھے ف۴ بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اُسکے جو نافرمان ہے

لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ

نہیں برابر ہوتے ف۵ سو وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے کام بھلے تو اُن کے لئے باغ ہیں رہنے کے

نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا

مہمانی اُن کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے ف۶ اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سو اُن کا گھر ہے آگ جب

أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ

چاہیں کہ نکل پڑیں اُس میں سے اُلٹا دیئے جائیں پھر اُسی میں اور کہیں اُن کو چکھو آگ کا عذاب

الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ف۷ اور البتہ چکھائینگے ہم اُن کو تھوڑا عذاب

دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

ورے اُس بڑے عذاب سے تاکہ وہ پھر آئیں ف۸ اور کون بے انصاف زیادہ اُس سے جسکو سمجھایا

بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ

گیا اُسکے رب کی باتوں سے، پھر اُن سے منہ موڑ گیا ف۹ مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلہ لینا ہے ف۱۰ اور ہم نے

آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى

دی ہے موسیٰ کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اُسکے ملنے سے ف۱۱ اور کیا ہم نے اُس کو ہدایت

ف۲ یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ مُراد تہجد کی نماز ہوئی جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ اور بعض نے صُبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب وعشاء کے درمیان کی نوافل مُراد لی ہیں۔ گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن راجح وہ ہی پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے لالچ اور ڈر بُرا نہیں، دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے ہاں اگر کسی اور کے خوف ورجاء سے بندگی کرے تو ریاء ہے کچھ قبول نہیں۔

ف۴ جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھُپ کر انہوں نے بے ریاء عبادت کی۔ اُس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں اُنکی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائینگی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سُنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔ (تنبیہ) سرسید وغیرہ نے اس حدیث کو لیکر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے۔ میرا ایک مضمون "ہدیہ سنیہ" کے نام سے چھپا ہے اُس میں جواب دیکھ لیا جائے۔

ف۵ اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہو جائے تو سمجھو خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے (العیاذ باللہ)

ف۶ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کے عمل جنّت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

ف۷ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازہ کی طرف پھینکیں گے۔ اُس وقت شاید نکلنے کا خیال کریں۔ فرشتے پھر اُدھر ہی دھکیل دینگے کہ جاتے کہاں ہو۔ جس چیز کو جُھٹلاتے تھے ذرا اُس کا مزہ چکھو (اَللّٰھُمَّ اَعِذْنِی مِنَ النَّارِ وَاَجِرْنِی مِنْ غَضَبِكَ)

ف۸ یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے قبل دُنیا میں ذرا کم درجہ کا عذاب بھیجیں گے تا جسے رجوع کی توفیق ہو ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ کم درجہ کا عذاب یہی دنیا کے مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید، مال اولاد وغیرہ کی تباہی وغیرہ۔

ف۹ یعنی سمجھنے کے بعد پھر گیا۔

ف۱۰ جب تمام گنہ گاروں اور ظالم مجرموں سے بدلہ لینا ہے تو یہ اظلم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ آگے رسول اللہ صلعم کو تسلّی دیتے ہیں کہ آپ ان کے ظلم واعراض سے دلگیر نہ ہوں۔ پہلے موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی۔ اور اُس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گذرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی۔ اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی اُمت میں امام اور سردار اُٹھیں گے۔ رہے مُنکر، اُن کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کر دیگا۔

ف۱۱ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے یعنی بے شک شبہ موسیٰ کو کتاب دی گئی اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی اس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شبِ معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔

لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ط

بنی اسرائیل کے واسطے اور کیے ہم نے اُن میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے ف۱

وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا

اور رہے ہماری باتوں پر یقین کرتے ف۲ تیرا رب جو ہے وہی فیصلہ کریگا اُن میں دن قیامت کے جس بات

كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

میں کہ وہ اختلاف کرتے تھے ف۳ کیا اُن کو راہ نہ سوجھی اس بات سے کہ کتنی غارت کر ڈالیں ہمنے اُن سے پہلے

الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ط اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

جماعتیں کہ پھرتے ہیں یہ اُن کے گھروں میں اس میں بہت نشانیاں ہیں کیا وہ سُنتے نہیں ف۴

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا

کیا دیکھا نہیں انہوں نے کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی کو ایک زمین چٹیل کی طرف ف۵ پھر ہم نکالتے ہیں اُس سے کھیتی

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ط اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى

کہ کھاتے ہیں اُس میں سے اُنکے چوپائے اور خود وہ بھی پھر کیا دیکھتے نہیں ف۶ اور کہتے ہیں کب ہوگا

هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا

یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو ف۷ تو کہہ کہ فیصلہ کے دن کام نہ آئیگا منکروں کو

اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اُن کا ایمان لانا اور نہ اُن کو ڈھیل ملیگی ف۸ سو تو خیال چھوڑ اُن کا اور منتظر رہ وہ بھی منتظر ہیں ف۹

السجدة ع ۳ ۱۶

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ط اِنَّ اللّٰهَ

اے نبی ڈر اللہ سے اور کہا نہ مان منکروں کا اور دغا بازوں کا مقرر اللہ ہے

ف۱ دنیا کے شدائد اور منکرین کے جور و ستم پر۔

ف۲ یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں تو اُن کے ساتھ بھی خدا کا یہ ہی معاملہ ہوگا۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔

ف۳ یعنی اہل حق اور منکرین کے درمیان دو ٹوک اور عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ ہاں دنیا میں بھی کئی مثالیں ایسی دکھلائی جا چکی ہیں کہ آدمی اُنہیں دیکھ کر سمجھ اور عبرت حاصل کر سکتا ہے کیا عاد و ثمود کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈر اور نشان اِن منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے سفر میں اِن کا گذر ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا اُن کی ہلاکت کی داستانیں نہیں سُنیں۔ مقامِ تعجب ہے کہ وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی اُن کو تنبہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔

ف۴ یعنی نہروں اور دریاؤں کا پانی یا بارش کا۔

ف۵ "ارضِ جُرُز" سے ہر ایک خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو مُراد ہے بعض نے خاص سرزمین مِصر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور "نَسُوْقُ الْمَآءَ" سے دریائے نیل کا پانی مُراد لیا ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ کما نبہ علیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

ف۶ یعنی ان نشانات کو دیکھ کر چاہیئے تھا کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور رحمت و حکمت کے قائل ہوتے اور سمجھتے کہ اِسی طرح مُردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اُس کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ نیز اللہ کی نعمتوں کے جان و دل سے شکر گذار بنتے۔

ف۷ پہلے فرمایا تھا کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائیگا۔ اُس پر مُنکرین کہتے ہیں کہ قیامت قیامت کیے جاتے ہو، اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ دن کب آچکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خالی دھمکیاں ہیں قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔

ف۸ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسُول کے کہنے پر یقین کرو اور اُس دن سے بچنے کی تیاری کر لو ورنہ اُس کے پہنچ جانے پر نہ ایمان لانا کام دیگا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملیگی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ اِس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں رائگاں مت کرو جو گھڑی آنیوالی ہے یقیناً آکر رہیگی، کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئیگی اور کب فیصلہ ہوگا۔

ف۹ یعنی جو ایسے بےفکرے اور بےحس ہیں کہ باوجود انتہائی مجرم اور مستوجب سزا ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اُڑاتے ہیں، اُن کے راہِ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ لہٰذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑیئے اور ان کی تباہی کے منتظر رہیئے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔ تم سورة السجدة ولله الحمد والمنة.

ف۱ یعنی جیسے اب تک معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا نہ مانیئے یہ سب ملکر خواہ کتنا ہی بڑا جتھا بنالیں، سازشیں کریں جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں عیارانہ مشورے دیں، اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ اصلا پروانہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اُسی اکیلے پروردگار کی بات مانیئے اُسی کے آگے جھکیئے خواہ ساری مخلوق اکٹھی ہو کر آجائے اُسکے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سُنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے۔ وہ جس وقت جو حکم دیگا نہایت حکمت اور خبرداری سے دیگا۔ اسی میں تمہاری اصلی بہتری ہوگی۔ جب اُس کے حکم پر چلتے رہو اور اُسی پر بھروسہ رکھوگے تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنا دیگا۔ تنہا اُسی کی ذات بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ جو سارے دل سے اُس کا ہو رہا دوسری طرف دل نہیں لگا سکتا۔ دوسرا دل ہو تو دوسری طرف جائے لیکن ع سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر چاہتے تھے اپنی طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنی چال سکھانا اور پیغمبر کو صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ اُس سے زیادہ دانا کون"۔ ف۲ یعنی جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں۔ ایسے ہی ایک شخص کی حقیقۃً دو مائیں یا ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ساری عمر کے لئے اُس سے جُدا ہو جاتی۔ گویا اس لفظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ اور کسی کو مُنہ بولا بیٹا بنا لیتا تو سچ مچ بیٹا سمجھا جاتا تھا اور سب احکام اُس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اس لفظی و مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جُدا کرنے کے لئے اِن رسُوم و مفروضات کی بڑی شدّ و مد سے تردید فرمائی اُس نے بتلایا کہ بیوی کو ماں کہدینے سے اگر واقعی وہ ماں بنجاتی ہے تو کیا یہ دو ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے؟ ایک وہ جس نے اوّل جنا تھا، اور دوسری یہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنا لیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیا واقعی اب یہ ماننا چاہیئے کہ یہ دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کیئے جاسکتے۔ چنانچہ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورہ تحریم میں آئیگا۔ اور لے پالک (منہ بولے بیٹے) کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کے ساتھ تیسری بات (بطور تمہید و تشریح کے) یہ بھی سُنا دی کہ ایسی باتیں زبان سے کہنے کی بہتیری ہیں جن کی حقیقت واقع میں وہ نہیں ہوتی جو الفاظ میں ادا کی جاتی ہے جیسے کسی غیر مستقل مزاج یا دو غلے آدمی کو یا کسی قوی الحفظ اور قوی القلب یا ایسے شخص کو جو ایک وقت میں دو مختلف چیزوں کی طرف متوجہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس کے دو دل ہیں، حالانکہ سینہ چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا۔ اسی طرح ماں کے علاوہ کسی کو ماں یا باپ کے سوا کسی کو باپ یا بیٹے کے سوا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے واقع میں وہ نسبت ثابت نہیں ہو جاتی جو بدون ہمارے زبان سے کہے قدرت نے قائم کر دی ہے۔ لہٰذا مصنوعی اور حقیقی تعلقات میں خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔

كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝١ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا اور چل اُسی پر جو حکم آئے تجھ کو تیرے رب کی طرف سے بیشک اللہ

بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝٢ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝٣ مَّا
تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے اور بھروسہ رکھ اللہ پر اور اللہ کافی ہے کام بنانیوالا ف۱ اللہ

جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي
نے رکھے نہیں کسی مرد کے دو دل اُس کے اندر اور نہیں کیا تمہاری جوروؤں کو جن کو

تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ
ماں کہہ بیٹھے ہو سچی مائیں تمہاری اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے یہ

قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝٤
تمہاری بات ہے اپنے منہ کی اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی سمجھاتا ہے راہ ف۲

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ
پکارو لے پالکوں کو اُنکے باپ کی طرف نسبت کر کے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں ف۳ پھر اگر نہ جانتے ہو اُنکے باپ کو

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم
تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں ف۴ اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ

بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٥ النَّبِيُّ
پر وہ جو دل سے ارادہ کرو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۵ نبی سے

أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ
لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے ف۶ اور اُسکی عورتیں اُنکی مائیں ہیں ف۷ اور قرابت والے

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا
ایک دوسرے سے لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنیوالوں سے مگر یہ

أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝٦
کہ کرنا چاہو اپنے رفیقوں سے احسان ف۸ یہ ہے کتاب میں لکھا ہوا ف۹

ف۳ یعنی ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اُس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے کسی نے "لے پالک" بنا لیا تو وہ واقعی باپ نہیں بنگیا یوں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا باپ کہہ کر پکار لے وہ دوسری بات ہے۔ غرض یہ ہے کہ نسبی تعلقات اور اُنکے احکام میں اشتباہ و التباس واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلعم نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے متبنّیٰ کر لیا تھا۔ چنانچہ دستور کے موافق لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔

ف۴ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہرحال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں اِن ہی القاب سے یاد کرو۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے زید بن حارثہ کو فرمایا۔ "اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا"۔

ف۵ یعنی بھول کر یا نادانستہ اگر غلط کہدیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں، وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں، ہاں ارادہ کا ہے۔ اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

ف۶ مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اُس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنا بریں مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اُس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑیگی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہدیا جائے کہ مؤمنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا چنانچہ سنن ابی داؤد میں "اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ الخ" اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت ھٰذا اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ کے ساتھ "وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ" کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اُس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور اُمتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً اُمتی کا ایمانی و روحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اُس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم صلعم ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دیدے تو فرض ہو جائے"۔ اِن ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۶ - احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اُس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔
ف۷ یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم و احترام میں اور بعض احکام میں جو اُن کے لئے شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔ **ف۸** حضرت کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے اُن مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعدہٗ مہاجرین کے دوسرے قرابتدار مسلمان ہو گئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناطہ اُس بھائی چارہ سے مقدم ہے میراث وغیرہ رشتہ ناطے کے موافق تقسیم ہوگی۔ ہاں سلوک احسان ان رفیقوں سے بھی کئے جاؤ۔ **ف۹** یعنی قرآن میں یہ حکم ہمیشہ کو جاری رہا۔ یا تورات میں بھی ہوگا یا "کتاب" سے "لوح محفوظ" مراد ہو۔
فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کریگا۔ اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے گا "آل عمران" میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اوپر پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ مومنین پر اُن کی جان سے زیادہ تصرف رکھتا ہے، یہاں اشارہ کر دیا کہ یہ درجہ نبیوں کو اس لئے ملا کہ اُن پر محنت اور ذمہ داری بھی سب سے زیادہ ہے۔ اکیلے ساری خلق سے مقابل ہونا اور کسی سے خوف و رجا نہ رکھنا۔" پیغمبروں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔ یہ پانچ پیغمبر جن کے نام یہاں خصوصیت سے لئے اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ اُنکی ہدایت کا اثر ہزاروں برس رہا اور جب تک دنیا ہے رہیگا۔ ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا۔ حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپؐ سب سے پہلے ہیں، اور وجود بھی آپ کا عالمِ غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث۔
ف۲ یعنی قول و قرار کے مطابق اُن پیغمبروں کی زبانی اپنے احکام خلق کو پہنچائے اور حجۃ تمام کر دے تب ہر ایک سے پوچھ پاچھ کریگا، تاکہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ آگے جنگِ احزاب کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے سچے پیغمبر اور مومنین اور اُن کے بالمقابل جھوٹے منافقوں اور منکروں کے کچھ احوال اور اُنکے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیے ہیں۔
ف۳ یعنی فرشتوں کی فوجیں جو کفار کے دلوں میں رُعب ڈال رہی تھیں۔
ف۴ ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے (اُس کا ذکر سورۂ "حشر" میں آئیگا) ہر قوم میں پھرے۔ اور اُبھار اُکسا کر قریش مکہ بنی فزارہ اور غطفان وغیرہ قبائل عرب کی متحدہ طاقت کو مدینہ پر چڑھا لانے میں کامیاب ہو گئے۔ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر جرار پورے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقت کے نشہ میں چُور تھا، یہودِ "بنی قریظہ" جن کا ایک مضبوط قلعہ مدینہ کی شرقی جانب تھا پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ نضیری یہود کی ترغیب و ترہیب سے آخر کار وہ بھی معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر حملہ آوروں کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کی جمعیت کل تین ہزار تھی۔ جن میں ایک بڑی تعداد اُن دغاباز منافقوں کی تھی جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدانِ جنگ سے کھسکنے لگے۔ نبی کریم صلعم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ آخر حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے شہر کے گرد جدھر سے حملہ کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی۔ سخت جاڑے کا موسم تھا غلہ کی گرانی تھی بھوک کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود سرورِ عالم صلعم کے پیٹ کو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ مگر عشقِ الٰہی کے نشہ میں سرشار سپاہی اور اُن کے سالارِ اعظم اُس سنگلاخ زمین کی کُھدائی میں حیرت انگیز قوت اور ہمت مردانہ کے ساتھ مشغول تھے مجاہدین پتھریلی زمین پر کدال مارتے، اور کہتے "نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ۔ عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا"۔ اُدھر سرکارِ محمدی سے جواب ملتا۔ "اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ ۔ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَۃ"۔ خندق تیار ہو گئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابل مورچے جما دیے۔ تقریباً بیس پچیس روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ باوجود کثرت تعداد کے کفار سے بن نہ پڑا کہ شہر پر عام حملہ کر دیتے۔ البتہ دُور سے تیر اندازی ہوتی رہی اور گاہ بگاہ فریقین کے خاص خاص افراد میدانِ مبارزۃ میں بھی دو دو ہاتھ دکھلانے لگتے تھے۔ مشرکین اور یہود بنی قریظہ کے درمیان مسلمانوں کی جمعیت محصورین کی حیثیت رکھتی تھی تاہم انہوں نے سب عورتوں بچوں کو شہر کی مضبوط و محفوظ حویلیوں میں پہنچا کر خود بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ شہر کی حفاظت و مدافعت کا فرض انجام دیا۔ آخر کار نعیم ابن مسعود الاشجعیؓ کی ایک عاقلانہ اور لطیف تدبیر سے مشرکین اور یہود بنی قریظہ میں پھوٹ پڑ گئی، اُدھر کفار کے دلوں کو خدا تعالیٰ کا غیر مرئی لشکر مرعوب کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات سخت خوفناک جھکڑ ہوا کا چلا دیا۔ پُروا ہوا سے ریت اور سنگریزے اُڑ کر کفار کے منہ پر لگتے تھے۔ اُن کے چولھے بجھ گئے، دیگچے زمین پر جا پڑے، کھانے پکانے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے لشکر پریشان ہو گیا، سردی اور اندھیری ناقابل برداشت بن گئی آخر ابو سفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی طبل رحیل بجا دیا۔ ناچار سب اُٹھ کر بے نیل و مرام واپس چل دیے۔ "وَکَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَکَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا"۔ یہ جنگ "احزاب" کہلاتی ہے اور "جنگ خندق" بھی کہتے ہیں۔ سخت جاڑے کے موسم اور فاقہ کشی کی حالت میں خندق کھودنا اور اتنے دشمنوں کے بیچ میں گھر کر لڑائی لڑنا یہ وہ حالات تھے جن میں منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے۔ اسی جنگ میں حضورؐ نے فرمایا کہ اب آئندہ ہم کفار پر چڑھائی کرینگے وہ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔
ف۵ یعنی مدینہ کی شرقی جانب سے جو اُونچی ہے اور غربی جانب سے جو نیچی ہے۔ **ف۶** یعنی دہشت و حیرت سے آنکھیں پھرنے لگیں اور لوگوں کے تیور بدلنے لگے۔ دہشتی جتلانے والے لگے آنکھیں چُرانے۔ **ف۷** یعنی خوف و ہراس سے دل دھڑک رہے تھے گویا اپنی جگہ سے اُٹھ کر گلے میں آگئے۔ **ف۸** یعنی کوئی کچھ سمجھتا تھا کوئی کچھ اٹکلیں لڑا رہا تھا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ
اور جب لیا ہم نے نبیوں سے اُن کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور
اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا
ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے اُن سے گاڑھا
غَلِیْظًا ۷ لِّیَسْــَٔلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ
قرار ف۱ تاکہ پوچھے اللہ سچوں سے اُن کا سچ اور تیار رکھا ہے منکروں کیلئے
عَذَابًا اَلِیْمًا ۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ
دردناک عذاب ف۲ اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اُوپر جب
جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ
چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیجدی اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں ف۳ اور ہے
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ
اللہ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا ف۴ جب چڑھ آئے تم پر اُوپر کی طرف سے اور نیچے
مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ
سے ف۵ اور جب بدلنے لگیں آنکھیں ف۶ اور پہنچے دل گلوں تک ف۷ اور اٹکلنے لگے تم
بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا
اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں ف۸ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑائے گئے زور کا
شَدِیْدًا ۱۱ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
جھڑجھڑانا ف۹ اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے
مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ
جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اسکے رسول نے سب فریب تھا ف۱ اور جب کہنے لگی ایک جماعت
مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ
اُن میں اے یثرب والو ف۱ تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں، سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ

(باقی فوائد صفحہ ۵۵۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۵۵۷- اِس مرتبہ اور سخت آزمائش آئی، دیکھیے کیا صورت پیش آئے۔ کچے ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کی بار نہیں بچیں گے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے اُن کے مقولے آرہے ہیں۔ **ف۹** حضرت حُذیفہ کو آپ نے دُشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اُس کا مفصل قصہ حدیث میں پڑھو تو اس جھڑا جھڑ ٹانے کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو۔ یہاں ترجمہ کی گنجائش نہیں۔ **ف۱۰** بعض منافق کہنے لگے کہ پیغمبر صاحب کہتے تھے کہ میرا دین مشرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس، روم، صنعاء کے محلات مجھ کو دیے گئے۔ یہاں تو مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مسلمان کو چاہیئے اب بھی نااُمیدی کے وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بولیں۔

ع

مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن

اُن میں نبی سے کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے اُن

يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ

کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا **ف۱** اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے اُن پر اس کے کناروں سے پھر

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ

اُن سے چاہے دین سے بچلنا تو مان لیں اور دیر نہ کریں اُس میں مگر تھوڑی **ف۲** اور اقرار

كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

کر چکے تھے اللہ سے پہلے کہ نہ پھیرینگے پیٹھ اور اللہ کے قرار کی

مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ

پُوچھ ہوتی ہے **ف۳** تو کہہ کچھ کام نہ آئیگا تمہارے یہ بھاگنا اگر بھاگو گے مرنے سے یا مارے جانے سے

وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ

اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں **ف۴** تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر

أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ

چاہے تم پر بُرائی یا چاہے تم پر مہربانی **ف۵** اور نہ پائیں گے اپنے واسطے اللہ کے سوائے

وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ

کوئی حمایتی اور نہ مددگار **ف۶** اللہ کو (ن) معلوم ہیں جو اٹکانے والے ہیں تم میں اور کہتے ہیں

لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾ أَشِحَّةً

اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہمارے پاس اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کبھی **ف۷** دریغ رکھتے ہیں

عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ

تم سے **ف۸** پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تو دیکھے اُن کو کہ تکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں آنکھیں اُن کی

كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم

جیسے کسی پر آئے بیہوشی موت کی پھر جب جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ بولیں تم پر

ف۱۱ "یثرب" مدینہ طیبہ کا پُرانا نام تھا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" ہوگیا۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی سارے عرب ہمارے دُشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جُدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرتؐ لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے۔ شہر میں مضبوط حویلیوں کے ناکے بند کر کے زنانے اُن میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لُوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے کچھ پروا تکثیر سواد کی نہ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

ف۲ یعنی جھوٹے حیلے بنا رہے ہیں۔ اگر فرض کرو یہ لوگ شہر میں ہوں اور کوئی غنیم اِدھر اُدھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ دین اسلام چھوڑ دو۔ جسے بظاہر یہ لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں، یا کہے کہ مسلمانوں سے لڑو اور فتنے فساد برپا کرو۔ اُس وقت اُن کا جھوٹ صاف کھل جائے، فوراً اُن مطالبات کی تائید میں نکل پڑیں۔ نہ گھروں کے کھلے ہونے کا عذر کریں نہ لٹنے کا۔ بس بات چیت کرنے اور ہتھیار اُٹھا کر لانے میں جو تھوڑی دیر لگے گی اُسے مستثنیٰ کر کے ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دستبردار ہو کر فوراً فتنہ و فساد کی آگ میں کود پڑیں۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جنگ اُحد کے بعد انہوں نے اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کرینگے"۔ اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہوگی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا۔

ف۴ یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہیگی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سُود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذِلت سے آئے۔

ف۵ یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اُس کے مقابلہ میں کام دیسکتا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ اُسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اُسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی بُرائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہیگی۔ پھر اُسکے راستہ میں بُزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چُرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔

ف۶ یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ حکم دے تو مسلمان اب تم کو قتل کر ڈالیں۔ **ف۷** یعنی ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو شرما شرمی کبھی میدان میں آکھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے عیش اُڑاتے اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان ہیں جہاد میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔ **ف۸** یعنی مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ہمدردی و بہی خواہی سے بخل ہے ہاں غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہم ہی سمیٹ کرلے جائیں اسی احتمال پر لڑائی میں قدرے شرکت بھی کر لیتے ہیں۔

بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الۡخَيۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ

تیز تیز زبانوں سے ڈھکے پڑتے ہیں مال پر ف۱ وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے

اَعۡمَالَهُمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ۝۱۹ يَحۡسَبُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ

اُنکے کیے کام اور یہ ہے اللہ پر آسان ف۲ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کفار کی

لَمۡ يَذۡهَبُوۡا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ يَوَدُّوۡا لَوۡ اَنَّهُمۡ بَادُوۡنَ فِى

نہیں پھر گئیں اور اگر آجائیں وہ فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم باہر نکلے ہوئے ہوں

الۡاَعۡرَابِ يَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ وَلَوۡ كَانُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِيۡلًا ۝۲۰ ع ۲ ۱۸

گاؤں میں پوچھ لیا کریں تمہاری خبریں ف۳ اور اگر ہوں تم میں لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی ف۴

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا

تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال اس کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے

اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ؕ ۝۲۱ وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا ف۵ اور جب دیکھی مسلمانوں نے

الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ

فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسُول نے اور سچ کہا اللہ نے

وَرَسُوۡلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمۡ اِلَّاۤ اِيۡمَانًا وَّتَسۡلِيۡمًا ؕ ۝۲۲ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

اور اُسکے رسُول نے اور اُن کو اور بڑھ گیا یقین اور اطاعت کرنا ف۶ ایمان والوں میں

رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ

کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو اُن میں پورا کر چکا اپنا ذمہ

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ۙ ۝۲۳ لِّيَجۡزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيۡنَ

اور کوئی ہے اُن میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ایک ذرہ ف۷ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو

بِصِدۡقِهِمۡ وَيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ اِنۡ شَآءَ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ

اُن کے سچ کا اور عذاب کرے منافقوں پر اگر چاہے یا توبہ ڈالے اُنکے دل پر

ف۱ یعنی آڑے وقت رفاقت سے جی چراتے ہیں، ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد آگر باتیں بناتے اور سب سے زیادہ مردانگی جتاتے ہیں اور مال غنیمت پر مارے حرص کے گرے پڑتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طعن و تشنیع سے زبان درازی کرتے ہیں۔ ف۲ یعنی جب اللہ و رسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جہاں حبط اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے یعنی بظاہر اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے اور یہ بات بھاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع کر دے لیکن اس لئے بھاری نہیں رہتی کہ خود عمل ہی کے اندر ایسی خرابی چھپی ہوتی ہے جو کسی طرح اُس کو درست نہیں ہونے دیتی۔ جیسے بے ایمان کا عمل کہ ایمان شرط اور روح ہے ہر عمل کی، بدون اُس کے عمل مُردہ ہے پھر قبول کس طرح ہو۔ کافر کتنی ہی محنت کرے سب اکارت ہے۔

ف۳ یعنی کفار کی فوجیں ناکام واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو اُن کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا۔ اور فرض کیجئے کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو اُن کی تمنا یہ ہو گی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں جب تک لڑائی رہے کسی گاؤں میں رہنے لگیں اور وہیں دُور بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھ لیا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ لڑائی کا نقشہ کیسا ہے۔

ف۴ یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتائیں اور لڑائی میں زیادہ کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

ف۵ یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر اُن ہی پر ہے۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں اُن کے لئے رسول اللہ صلعم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہیئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں اُن کے نقشِ قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں اُن کی چال سیکھیں۔

ف۶ یعنی پکے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے اُنکی اطاعت شعاری کا جذبہ اور اُن کا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق اُن کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ "اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ" (بقرہ۔ رکوع ۲۶) اور سورۂ صٓ میں جو مکیہ ہے فرمایا تھا۔ جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ (صٓ۔ رکوع ۱)

ف۷ یعنی منافقین نے جو عہد کیا تھا پچھلے رکوع میں گذر چکا "وَلَقَدۡ كَانُوۡا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ لَا يُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ" اُسے توڑ کر بے حیائی کے ساتھ میدانِ جنگ سے ہٹ گئے۔ اُن کے برعکس کتنے پکے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد و پیمان سچا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ و رسول کو جو زبان دے چکے تھے، پہاڑ کی طرح اُس پر جمے رہے۔ اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنا ذمہ پورا کر چکے یعنی جہاد ہی میں جان دے دی جیسے شہدائے بدر و اُحد جن میں سے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا قصہ بہت مشہور ہے اور بہت مسلمان وہ ہیں جو نہایت اشتیاق کے ساتھ موت فی سبیل اللہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ بہرحال دونوں قسم کے مسلمانوں نے (جو اللہ کی راہ میں جان دے چکے، اور جو مشتاق شہادت ہیں) اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی اور اپنی بات سے ذرہ بھر نہیں بدلے۔ (فائدہ) حدیث میں نبی کریم صلعم نے حضرت طلحہؓ کو فرمایا هٰذَا مِمَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ (یہ اُن میں سے ہے جو اپنا ذمہ پورا کر چکے گویا اُن کو اسی زندگی میں شہید قرار دیدیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جنگ اُحد میں رسول اللہ صلعم کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر روکتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

ف۱ یعنی جو عہد کے پکے اور قول و قرار کے سچے رہے اُن کو سچ پر جمے رہنے کا بدلہ ملے اور بدعہد دغاباز منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔ اُس کی مہربانی سے کچھ بعید نہیں
ف۲ یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا۔ نہ فتح ملی نہ کچھ سامان ہاتھ آیا۔ ہاں عمرو بن عبد وُد جیسا اُن کا نامور سوار جسے لوگ ایک ہزار سواروں کی برابر گنتے تھے اس لڑائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے کھیت رہا۔ مشرکین نے درخواست کی کہ دس ہزار لیکر اُس کی لاش ہمیں دیدی جائے۔ آپ نے فرمایا وہ تم لے جاؤ، ہم مُردوں کا ثمن کھانیوالے نہیں۔ ف۳ یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا کر دیا کہ کفار از خود سراسیمہ اور پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔ ف۴ یہ یہود "بنی قریظہ" ہیں۔ مدینہ کے شرقی جانب اُن کا مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حُیَیّ ابن اخطب کے اغوا سے تمام معاہدات بالائے طاق رکھ کر مشرکین کی مدد پر کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے بعض نے مسلمان عورتوں پر بزدلانہ حملہ کرنا چاہا جس کا جواب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑی بہادری سے دیا۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو "بنو قریظہ" اپنے مضبوط قلعوں میں جا گھسے۔ نبی کریم صلعم جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل وغیرہ میں مشغول تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ چہرہ پر غبار کا اثر تھا فرمایا۔ یارسول اللہ! آپ نے ہتھیار اُتار دیے حالانکہ فرشتے ہنوز ہتھیار بند ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ "بنو قریظہ"، پر حملہ کیا جائے۔ فوراً منادی ہو گئی کہ "بنو قریظہ" کے بدعہد یہودیوں پر چڑھائی ہے۔ نہایت سُرعت کے ساتھ اسلامی فوج نے اُن کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ چوبیس پچیس دن محاصرہ جاری رہا۔ آخر محصورین تاب نہ لا سکے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیام بھیجنے شروع کیے۔ اخیر میں اُن کی طرف سے بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں اور "اوس" کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو حکم ٹھہراتے ہیں (کیونکہ وہ اُن کے حلیف تھے) جو فیصلہ ہمارے حق میں حضرت سعد کر دینگے ہم کو منظور ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے بھی قبول فرما لیا۔ قصہ مختصر حضرت سعد تشریف لائے اور بحیثیت ایک مسلَّم حکم کے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے سب جوان قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں لڑکے سب قید غلامی میں لائے جائیں اور اُنکے اموال و جائداد کے مالک مہاجرین ہوں خدا اور رسُول کی مرضی اور اُن کی بدعہدی کی سزا یہی تھی۔ اور یہ فیصلہ ٹھیک اُن کی مسلَّمہ آسمانی کتاب "تورات" کے موافق تھا۔ چنانچہ تورات کتاب استثنار اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے "جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے تُو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائینگے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو اُن کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو اُن پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہونگے"۔ اِس فیصلہ کے مطابق کئی سَو یہودی جوان قتل کئے گئے اور کئی سو عورتیں لڑکے قید ہوئے اور اُنکے املاک و اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۲۴﴾ وَ رَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ
بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۱ اور پھیر دیا اللہ نے مُنکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے
لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا ؕ وَ کَفَی اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ
ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی ف۲ اور اپنے اُوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ
قَوِیًّا عَزِیۡزًا ﴿۲۵﴾ وَ اَنۡزَلَ الَّذِیۡنَ ظَاہَرُوۡہُمۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ
زور آور زبردست ف۳ اور اُتار دیا اُن کو جو اُن کے پشت پناہ ہوئے تھے اہل کتاب سے
مِنۡ صَیَاصِیۡہِمۡ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ فَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ
اُن کے قلعوں سے اور ڈال دی اُن کے دلوں میں دھاک کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے
وَ تَاۡسِرُوۡنَ فَرِیۡقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوۡرَثَکُمۡ اَرۡضَہُمۡ وَ دِیَارَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ
اور کتنوں کو قید کر لیا ف۴ اور تم کو دلائی اُن کی زمین اور اُنکے گھر اور اُن کے مال
وَ اَرۡضًا لَّمۡ تَطَـُٔوۡہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّہَا
اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے تم نے اپنے قدم، اور ہے اللہ سب کچھ کر سکتا ف۵ اے
النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَہَا
نبی کہدے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق
فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَ اُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنۡ کُنۡتُنَّ
تو آؤ کچھ فائدہ پہنچا دوں تم کو اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا اور اگر تم
تُرِدۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ
چاہتی ہو اللہ کو اور اُسکے رسُول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے اُنکے لئے جو تم میں
مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ
نیکی پر ہیں بڑا ثواب ف۶ اے نبی کی عورتو جو کوئی کر لائے تم میں کام بیحیائی کا صریح
یُّضٰعَفۡ لَہَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۳۰﴾
دُونا ہو اُس کو عذاب دوہرا اور ہے یہ اللہ پر آسان ف۷

ف۵ یہ زمین جو مدینہ کے قریب ہاتھ لگی حضرت نے مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ اُن کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا اور انصار پر سے اُن کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور دوسری زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی اُس سے حضرت کے سب اصحاب آسودہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین مکہ کی ہے۔ بعض نے فارس و روم کی زمینیں مُراد لی ہیں جو آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کی جائیں سب اس میں شامل ہیں واللہ اعلم۔

ف۶ حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہو گئے چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں۔ اُن میں سے بعض نے آنحضرت صلعم سے گفتگو کی کہ ہم کو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش و ترفہ کی زندگی بسر کر سکیں حضرت کو یہ باتیں شاق گذریں قسم کھالی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائینگے۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ فرد کش ہو گئے۔ صحابہ مضطرب تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ گتھی سُلجھ جائے۔ اُنہیں زیادہ فکر اپنی اپنی صاحبزادیوں (عائشہؓ اور حفصہؓ) کی تھی کہ پیغمبر کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ دونوں نے دونوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ اُنس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ آپ قدرے مُنشرح ہوئے ایک ماہ بعد یہ آیت تخییر اتری یعنی اپنی ازواج سے صاف صاف کہدو کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کی عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دو کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ آؤ کہ میں کچھ دے دلا کر (یعنی کپڑوں کا جوڑا جو مطلقہ کو دیا جاتا تھا) تم کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں (یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دیدوں) اور اگر اللہ و رسُول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب کی طلب ہے تو پیغمبر کے پاس رہنے میں اس کی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں صلاحیت سے رہیگی اللہ کے یہاں اُس کے لئے بہت بڑا اجر تیار ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہیں۔ نزول آیت کے بعد آنحضرت صلعم گھر میں تشریف لائے اوّل عائشہ کو خدا کا حکم سنایا۔ انہوں نے اللہ و رسُول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ دنیا کے عیش و عشرت کا تصوّر دلوں سے نکال ڈالا۔ حضرتؐ کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا جو آتا شتاب اُٹھا دیتے تھے۔ پھر قرض لینا پڑتا اسی زندگی پر ازواج مطہرات راضی تھیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ "جو نیکی پر ہیں اُن کو بڑا ثواب ہے"۔ حضرتؐ کی ازواج سب نیک ہی رہیں۔ الطیبات للطیبین مگر حق تعالیٰ قرآن میں صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تا نڈر نہ ہو جائے۔ خاتمہ کا ڈر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۱)